والدین اور اولاد کے حقوق

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں

مُرتّب

حضرت مولانا مفتی احمد مُمتاز صاحب

تلمیذِ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

ناشر تعمیرِ معاشرہ جامعہ خُلفائے رَاشدین

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

societyrectifier@gmail.com

والدین اور اولاد کے حقوق

مرتب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

تلمیذِ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

ناشر
تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851
societyrectifier@gmail.com

نام کتاب : والدین اور اولاد کے حقوق

مؤلف : حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ العالی

ناشر : تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

- ادارۃ الرشید بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ لدھیانوی، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن کراچی
- اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ طیبیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبۃ النور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ علی معاویہ بلدیہ ٹاؤن کراچی
- بیت الکتب، گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
- مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی
- مکتبہ یوسفیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- بیت القلم اردو بازار کراچی
- مکتبہ ذیشان، مدنی مسجد عائشہ منزل کراچی
- علمی کتب خانہ، بالمقابل مدنی مسجد عائشہ منزل کراچی
- مکتبہ العرب بلدیہ ٹاؤن کراچی
- مکتبہ امام محمد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ رشیدیہ، سائٹ ایریا کراچی
- مکتبہ الجامعۃ العلوریہ العلامیہ سائٹ ایریا کراچی
- مکتبہ عارفیہ بالمقابل دار العلوم کراچی
- مکتبہ فہم دین، بالمقابل بیت السلام مسجد ڈیفنس فیس ۴ کراچی

- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ 081-2662263
- مکتبہ اشرفیہ کانسی روڈ کوئٹہ 0345-8305288
- مکتبہ حیدر کرار چکوال 0323-8858666
- مکتبہ قاسمیہ تخت بھائی 0300-9145762
- مکتبہ حمادیہ خضدار 0333-3783782
- محمدیہ کتب خانہ ژوبی 0321-9898494
- کتب خانہ حمادیہ مستونگ 0332-7857861
- مکتبہ ادارۃ الاشرف پشین کوئٹہ 0302-3830634
- مکتبہ دار النصر چمن 0300-7009003
- مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال 0321-9825540
- مکتبہ حمادیہ حضرو 0300-5875300
- مکی کتب خانہ شیوہ اڈہ ضلع صوابی 0342-8195406
- مکتبہ امام محمد شیر چوک بارہوتی مردان 0311-9383776
- مکتبہ سادات فاروق اعظم چوک چارسدہ 0315-9745926
- مکتبہ فاروق اعظم باچا خان چوک چارسدہ 0300-2090859
- مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک 0332-9984701
- مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک 0332-8855506
- یونیورسٹی بک ایجنسی قصہ خوانی بازار پشاور 091-2212534
- مکتبہ عمر فاروق قصہ خوانی بازار پشاور 0301-8845717
- فیضی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور 0333-9194846
- بیت العلم محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور 091-2593534
- ختم نبوت کتاب گھر سرائے نورنگ ضلع لکی مروت 0302-5565112
- مکتبہ روضۃ الاسلام منشی چارسدہ 0300-5893892
- مکتبہ صدیقیہ، ضلع بٹگرام 0307-7060663
- ادارۃ المحمود بالمقابل تبلیغی مرکز مانسہرہ 0300-5611123
- مدنی کتب خانہ بالمقابل تبلیغی مرکز مانسہرہ 0303-2069352
- مکتبۃ البرہان وانا روڈ وزیر آباد ٹانک 0963-510010
- مکتبہ بیت العلم مین بازار شبقدر 091-6281865
- مکتبہ الہادی نزد جامع مسجد بازار شبقدر 0345-1947410
- مکتبہ نعمانیہ مرکزی جامع مسجد دوآبہ روڈ شبقدر 0346-5952293
- عبد الواحد دینی کتب خانہ اڈہ مسجد ٹل ضلع ہنگو 0331-8150331
- مکتبہ رشیدیہ مین بازار چوک ہنگو 0333-5014680
- ادارۃ العلم صوبرا چوک نوشہرہ 0321-9777171
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور 042-37228272
- دار الایمان اردو بازار لاہور 0333-4602281
- مکتبۃ النور تبلیغی مرکز رائے ونڈ 0333-1459072
- مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37242117
- مکتبہ سراجیہ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا 0333-9810455
- مکتبۃ القرآن امین پور بازار فیصل آباد 041-2601919
- مکتبہ اسلامیہ کوتوالی روڈ فیصل آباد 041-2631204
- شیخ محمد حسین بک سیلرز فوارہ چوک جھنگ 0333-6752004

فہرست مضامین

مُقَدِّمَۃ

نحمده ونصلي علی رسوله الکریم، اما بعد!

ہر مکلّف کے ذمہ دوقسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔حقوق اللہ وحقوق العباد اور دونوں کے بجالانے پرنجات اور کامیابی وکامرانی کا مدار ہے اوراس میں شک نہیں کہ دونوں حقوق کی ترویج اپنی اپنی جگہ پرنہایت ضروری ہے۔البتہ اس وقت بندہ نے جوحقوق العباد کے بیان کے لیے قلم اٹھایا اس کی وجہ صرف اورصرف یہی ہے کہ آج کل عام طور پرحقوق العباد کواس انداز سے روندا جا رہا ہے کہ گویا یہ دین ہی نہیں۔حالانکہ حقوق العباد دین کا بہت بڑا حصہ ہے، بلکہ حقوق اللہ کا نفع حقوق العباد پرموقوف ہے۔حدیث مبارکہ ہے:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیامة بصلوة وصیام وزکوة ویاتی قد شتم هذا وقذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فیعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایا هم فطرحت علیه ثم طرح فی النار.رواه مسلم.(مشکوة المصابیح ص:۴۳۵،ط:قدیمی)

آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیاتم جانتے ہومفلس،غریب کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم (پیسہ) ہو اور نہ کوئی اور سامان،تو حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کا غریب وہ ہے جوقیامت کے دن نماز،روزہ اورزکوۃ کولے کر آئے گا (لیکن اس کے ساتھ) کسی بندہ کوگالی دے کراوراس پرتہمت لگا کراوراس کا مال (ناحق)

طریقہ پر کھا کراور اس کا خون (ناحق طریقہ پر) بہا کراور اس کو تھپڑ لگا کر آئے گا۔ پس اس مظلوم کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا پس اگر اس کی نیکیاں حقوق العباد کا قرضہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈالا جائے گا اس کے بعد اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ناظرین کرام! اس حدیث کو غور سے بار بار پڑھ کر ذرا سوچیں کہ حقوق العباد کے ترک کی وجہ سے کتنا خطرناک اور شدید خسارہ کا سامنا ہوگا۔ یہ تو عام لوگوں کے حقوق میں کوتاہی کا نتیجہ ہے والدین کے حقوق تو دوسروں کی بنسبت زیادہ موکد ہیں (جیسے کہ آگے باحوالہ اس کا ذکر ہوگا) تو جو آدمی والدین کے حقوق کو تلف کر کے نافرمانی کرے گا اس کا کیا حشر ہوگا؟ آگے ان شاءاللہ تعالیٰ والدین کی حق تلفی کی ایک جھلک احادیث کی روشنی میں قارئین کے سامنے پیش کی جائے گی اور ساتھ ساتھ اولاد کے حقوق کی تفصیل بھی بیان ہوگی۔

اس لیے بندہ نے رسالہ ہٰذا کو حقوق العباد میں سے والدین اور اولاد کے حقوق کے لیے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ صحیح لکھنے کے ساتھ ساتھ عمل کی توفیق بھی عنایت فرمادیں اور تمام ناظرین کو مکمل استفادہ کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

احمد ممتاز عفی عنہ

یکم/محرم ۱۴۰۶ھ

﴿اطاعتِ والدین میں دنیاوی فوائد﴾

والدین کے حقوق کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ان کے ساتھ حسن سلوک، ان کے حقوق کی ادائیگی، ان کی اطاعت وفرمانبرداری کے فوائد انسان نہ صرف آخرت میں پاتا ہے بلکہ اللہ رب العزت اس کے نتائج وثمرات دنیا میں بھی ظاہر فرماتے ہیں اوران کی نافرمانی اورحق تلفی کی سزا کا مشاہدہ انسان دنیا میں بھی کرلیتا ہے۔اس ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱ :

عن أنس ﷛ قال قال رسول الله ﷺ من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في اثره فليصل رحمه. متفق عليه. (مشكوة المصابيح ص: ٤١٩، ط: قديمى)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: في التنبيه عن الضحاك بن مزاحم في تفسير قوله تعالى: "يمحو الله ما يشاء ويثبت" قال ان الرجل ليصل رحمه وقد بقي من عمره ثلاثة أيام فيزيد الله تعالىٰ في عمره الى ثلاثين سنة، وان الرجل يقطع الرحم وقد بقي من عمره ثلاثون سنة فيرد أجله الى ثلاثة أيام. (الشاميه ٦/ ٤١٢، ط: سعيد، كذا في تنبيه الغافلين، ص: ٧٠، ط: رشيديه)

ترجمہ: حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت وفراخی کی جائے اوراس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو وہ حسنِ سلوک کو قائم رکھے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ تعالی نے آیت کریمہ "**یمحو الله ما یشاء و یثبت**" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: ایک آدمی حسن سلوک کو قائم رکھتا ہےاوراس کی عمر کے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (حسن سلوک کی وجہ سے) اس کی عمر کو تیس سال تک بڑھا دیتے ہیں اور (اس کے برخلاف ایک دوسرا) آدمی بدسلوکی اور قطع رحمی کرتا ہےاوراس کی عمر کے تیس سال باقی ہوتے ہیں تو (اس کی بدسلوکی وقطع رحمی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اس کی عمر کی انتہاء (تیس

سالوں) کوتین دن کی طرف لوٹا کر کم کر دیتے ہیں۔

فائدہ: جس رزق کے پیچھے آج آدمی ہر وقت پریشان رہتا ہے......حسن سلوک اور صلہ رحمی کے قائم رکھنے کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت ڈالتے ہیں اور اسی طرح اس کی عمر میں بھی برکت عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ تین دن سے تیس سال تک بڑھ جاتی ہے۔

یادرہے کہ بڑھنے اور گھٹنے کا کلام تقدیرِ معلق کے اعتبار سے ہے نہ کہ مبرم کے اعتبار سے۔ علاوہ ازیں حدیث ہذا میں عمر کے بڑھنے گھٹنے کی دیگر توجیہات ومطالب بھی ہیں جن کو علماء حضرات سمجھتے ہیں۔عوام کے سامنے لانے سے اسکا خاص فائدہ نہیں اس لیے ان کوترک کیا جاتا ہے۔

قال العلامة العينى رحمه الله تعالى:فإن قلت الآجال مقدرة وكذا الأرزاق لا تزيد ولا تنقص فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون قلت أجيب عن هذا بوجهين أحدهما أن هذه الزيادة بالبركة فى العمر بسبب التوفيق فى الطاعات وصيانته عن الضياع وحاصله أنها بحسب الكيف لا الكم والثانى أن الزيادة على حقيقتها وذلك بالنسبة إلى علم الملك الموكل بالعمر وإلى ما يظهر له فى اللوح المحفوظ بالمحو والإثبات فيه يمحو الله ما يشاء ويثبت كما أن عمر فلان ستون سنة إلا أن يصل رحمه فإنه يزاد عليه عشرة وهو سبعون وقد علم الله عز وجل بما سيقع له من ذلك فبالنسبة إلى الله تعالى لا زيادة ولا نقصان ويقال له القضاء المبرم وإنما يتصور الزيادة بالنسبة إليهم ويسمى مثله بالقضاء المعلق ويقال المراد بقاء ذكره الجميل بعده فكأنه لم يمت وهو إما بالعلم الذى ينتفع به أو الصدقة الجارية أو الخلف الصالح.

(عمدةالقارى،١٥/١٥٤،ط:دار الفكر)

حدیث نمبر ۲ :

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : تعلموا من أنسابکم ما تصلون به أرحامکم فان صلة الرحم محبة فی الأهل مثراة فی المال منسأة فی الأثر.(جامع الترمذی ۱۹/۲،ط:سعید)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے رشتوں کو (کم از کم) اتنا یاد رکھو جس کی وجہ سے آپس میں صلہ رحمی اور حسن سلوک کرسکو، اس لیے کہ صلہ رحمی...... حسن سلوک اہل وعیال میں محبت پیدا کرنے و مال کو بڑھانے اور موت کو مؤخر کرنے کا سبب ہے۔

حدیث نمبر ۳ :

مشکوۃ شریف میں ایک لمبی حدیث بحوالہ بخاری ومسلم مذکور ہے۔خوفِ طوالت کی وجہ سے صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی جا رہے تھے کہ ان پر بارش برسنا شروع ہوگئی (جس سے بچنے کے لیے) وہ پہاڑ کے اندر ایک غار میں گھس گئے (خدا کی شان دیکھو کہ) ایک چٹان پہاڑ سے گری اور غار کے منہ کو مکمل بند کر دیا (اس وقت) بعض نے بعض سے کہا کہ اپنے اچھے مخلصانہ اعمال کی طرف دیکھو اور اس کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالی اس مشکل سے چھٹکارا عطا فرمادیں، تو ان میں ایک نے کہا: یااللہ آپ کو علم ہے کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی تھے اور میں ان پر خرچ کرنے کے لیے جانور چراتا تھا، جب میں شام کو واپس آتا تو دودھ نکال کر پہلے والدین کو (بعد میں بچوں کو) پلاتا تھا، ایک دفعہ (چراہ گاہ دور ہونے کی وجہ سے) مجھے دیر ہوگئی اور رات کو جب دیر سے پہنچا تو میرے والدین سوئے ہوئے تھے، میں نے دودھ نکالا اور دودھ کا برتن لاکر والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا، اب والدین کو (میٹھی) نیند سے جگانا مجھے پسند نہ تھا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو دودھ پلاؤں جب کہ میرے چھوٹے بچے بھوک کی وجہ سے

رو رہے تھے اور میرے پاؤں سے لپٹ رہے تھے حتی کہ اسی طرح برتن اٹھائے صبح صادق کا وقت ہوگیا۔سو یا اللہ آپ کے علم کے مطابق اگر میں نے یہ عمل (حسنِ سلوک) آپ کی رضا کی خاطر کیا ہوتو ہمارے لیے اتنی کشادگی پیدا فرما جس سے آسمان دیکھ لیں۔پس خدائے ذوالجلال نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لیے اتنی کشادگی و وسعت پیدا کردی جس سے انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔

آگے حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو کافی کاوش کے بعد جب زنا پر قدرت حاصل ہوئی تو عین اس موقع پر خدا کے خوف کی وجہ سے زنا چھوڑ کر رضائے باری تعالیٰ حاصل کی،اس نے دعا کی جس سے پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔اس کے بعد تیسرے آدمی نے اپنے نوکر کے ساتھ حسنِ سلوک و دیانت داری کا معاملہ کرنے کی وجہ سے دعا کی جس سے پتھر بالکل ہی ہٹ گیا اور تینوں صحیح سلامت غار سے نکل آئے۔(مشکوۃ المصابیح،ص:۴۲۰،ط:قدیمی)

فائدہ: اس حدیث پاک پر ذرا غور کیجیے کہ اگر وہ اس غار میں بند ہی رہتے تو ان کا کیا حشر ہوتا بھوک پیاس کی سختی سے دو چار ہوکر آخر کار موت کے سپرد ہو جاتے لیکن والدین سے حسن سلوک و صلہ رحمی کرنے اور اپنی خواہشات کو دبا کر رضائے باری تعالے کو ترجیح دیتے ہوئے زنا سے بچنے اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی سینوں میں لے کر اپنے نوکر اور ماتحت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہوئے اس کے حقوق کو بجالانے کی درجہ سے رب العزت نے دنیا ہی میں کیسے دستگیری فرمائی کہ بھوک، پیاس، اندھیرے اور خطراتِ موت جیسی مشقتوں سے خلاصی عطا فرما کر سلیم العقل لوگوں کے لیے واقعہ عبرت بنا کر وحی خفی کے ذریعہ لوگوں کے سامنے لایا تاکہ قیامت تک آنے والے اس کو پڑھ کر عبرت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کاتبین و ناظرین سب کے لیے اس واقعہ کو عبرت کا سامان بنائے۔

آمین یارب العالمین

﴿اطاعتِ والدین میں اخروی فوائد﴾

حدیث نمبر ۱ :

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله .متفق عليه.

(مشكوة المصابيح ص: ۴۱۹،ط:قديمي)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ صلہ رحمی عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے رہا) اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے جوڑ دے اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے علیحدہ کر دے۔

حدیث نمبر ۲ :

عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ دخلت الجنة فسمعت فيها قراء ة فقلت :من هذا؟ قالوا حارثة بن النعمان كذلكم البر كذلكم البر وكان أبر الناس بامه .رواه في شرح السنة والبيهقي في شعب الايمان.(مشكوة المصابيح ص : ۴۱۹،ط:قديمي)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں (نیند کی حالت میں) جنت میں داخل ہوا پھر میں نے وہاں قرآن کی تلاوت سنی تو پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا حارثہ بن نعمان (پھر حضور صلی الہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ) اسی طرح حسن سلوک (کا اثر) ہوتا ہے، اسی طرح حسن سلوک (کا اثر) ہوتا ہے اور وہ (حارثہ بن نعمان) سارے لوگوں میں سے والدہ کے ساتھ زیادہ حسن سلوک سے پیش آنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳ :

عن عبدالله ابن عمرو رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ رضى الرب في رضى الوالد وسخط الرب في سخط الوالد.رواه الترمذي.

(مشكوة ص : ۴۱۹،ط:قديمي)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب العزت کی رضا والد کی رضامندی میں ہے اور باری تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

حدیث نمبر ٤ :

قال رسول الله ﷺ بر الوالدين افضل من الصلوة والصدقة والصوم والحج والعمرة والجهاد في سبيل الله.(احياء العلوم ٢/٢٩٠،ط:رشيديه)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا نماز، صدقہ، روزہ، حج، عمرہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی افضل عمل ہے۔

فائدہ: عین العلم وزین الحلم اور اس کی شرح میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا نفلی نماز، صدقہ، روزہ، حج وعمرہ اور جہاد سے افضل ہے نہ کہ وجوبی سے۔

(وبر الوالدين...... مقدما على المندوبات لاالواجبات) أى الفرائض العينية من العبادات : فهو المراد بما ورد : برالوالدين افضل من الصلاة والصوم والحج والعمرة والجهاد أى اذا كانت هذه الطاعات نوافل.

(شرح عين العلم ص:٣٩٦،٣٩٧،ط:دار المعرفة)

حدیث نمبر ٥ :

عن أبى امامة ﷺ أن رجلاً قال يا رسول الله ﷺ ما حق الوالدين على ولدهما قال هما جنتك و نارك.رواه ابن ماجه.

(مشكوة المصابيح ص: ٤٢١،ط:قديمى)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تمہارے لیے جنت بھی ہیں اور جہنم بھی۔

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی خدمت واطاعت کرنا سبب جنت ہے اور ان کی مخالفت کرنا سببِ جہنم۔

حدیث نمبر ٦ :

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ: من أصبح مطيعا لـله في والديه أصبح لـه بابان مفتوحان من الجنة وان كان واحداً فواحداً و من أصبح عاصيا لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار وان كان واحداً فواحداً قال رجل وان ظلماه؟ قال وان ظلماه وان ظلماه وان ظلماه.(مشكاة المصابيح ص: ٤٢١،ط:قديمی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے اس طرح رات گزار کر صبح کی کہ والدین کے (حقوق کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہا تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے اور جس نے اس طرح صبح کی کہ والدین کے بارے میں خدا کا نافرمان رہا اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اگر والدین نے اس (بیٹی یا بیٹے) پر ظلم کیا ہو تو پھر بھی؟ آپ ﷺ نے (تین مرتبہ) فرمایا اگر چہ والدین نے اس پر ظلم کیا ہو، اگر چہ والدین نے اس پر ظلم کیا ہو، اگر چہ والدین نے اس پر ظلم کیا ہو۔

فائدہ: مسائل کے سلسلے میں تنبیہ کے ساتھ اس مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے کہ اصل صلہ رحمی اور حسن سلوک یہ ہے کہ دوسرا بدسلوکی اور ظلم کرتا رہے اور آپ پھر بھی شریعت کی بتلائے ہوئے حدود کے موافق صلہ رحمی کو باقی رکھیں۔ اس حدیث سے بھی یہی مسئلہ نکلتا ہے کہ والدین کے ظلم کو نہ دیکھیں بلکہ آپ کے ذمہ ان کے جو حقوق ہیں ان کو پورا کریں۔ وہ جو ظلم کریں گے اس کی سزا خود ان کو بھگتنی پڑے گی۔

قال الشيخ حمزة محمد قاسم: معنى الحديث: يقول ﷺ : (ليس الواصل بالمكافىء) أى ليس الإنسان الكامل فى صلة الرحم والإحسان إلى الأقارب هو الشخص الذى يقابل الإحسان بالإحسان (ولكن الواصل) أى

ولـكـن الإِنسـان الكامل فى صلة الرحم هو (الذى إذا قطعت رحمه وصلها) أى إذا أساء إليه أقاربه أحسن إليهم ووصلهم.

فـقـه الـحـديـث: دل هـذا الـحـديـث على ما يأتى: أولاً: أن من الآداب الشـرعية والـحـقـوق الاجتـمـاعية التـى فـرضهـا الإِسلام صلة الرحم وهم الأقـارب الـذيـن بيـنـک وبينهم نسب ومعنى صلتهم الإِحسان إليهم بكل ما تـقـدر عـليـه مـن وجـوه الإِحسان .... ثالثاً: أنه يستحب فى معاملة الأقارب مقابلة الإِساء ة بالإحسان وعن أبى هريرة ﷺ أن رجلاً قال: يا رسول الله إنّ لـى قـرابة أَصـلهـم ويـقـطـعـونـى وأحسـن إليهـم ويسيئون إلىّ وأحلم عنهم ويـجـهـلـون عـلـىَّ فقال:(لئن كنت كما قلت فكأنما تسفُّهم الملَّ ولن يزال مـعـک مـن الـلـه ظهيـر عـليهم ما دمت على ذلک) أخرجه مسلم، والمل: الرماد الحار. الحديث: أخرجه أبو داود والترمذى.

(منار القارى شرح مختصر صحيح البخارى ۵/۲۴۲،۲۴۳،ط:مكتبه دار البيان)

حديث نمبر ۷ :

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله ﷺ قال ما من ولد بار ينظر الى والديه نظرة رحمة الاكتب الله له بكل نظرة حجة مبرورة قالوا وان نظر كل يوم مائة مرة؟ قال نعم الله اكبر واطيب.

(مشكاة المصابيح ص : ۴۲۱،ط:قديمى)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی نیک بیٹا اپنے والدین کو محبت وشفقت کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر مرتبہ دیکھنے پر مقبول حج کا اجر وثواب عطاء فرماتے ہیں۔صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ اگر وہ سو مرتبہ دیکھے (تب بھی یہی اجر وثواب ہوگا؟) فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں (اوران کی عطا بھی لامحدود ہے) اور (نقص وعیب سے) پاک ہے۔

فائدہ :غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انتہائی فضل وکرم سے والدین کو ہمارے لیے کعبہ بنا کر حج کا ثواب حاصل کرنا کتنا آسان فرمادیا ہے۔کتنا بدقسمت ہے وہ شخص جو اپنے والدین کی زندگی کو اپنے لیے رحمت نہ سمجھتا ہو اور اتنے بڑے اجر وثواب سے محروم رہے اور قیمتی لمحات ضائع کردے۔

نوٹ: یادرکھیں کہ جس کے ذمہ حج فرض ہو جائے تو والدین کی زیارت سے اس کے ذمہ سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ حج پر جانا فرض ہے والدین کی زیارت سے صرف نفل حج کا ثواب ملے گا۔(مرقاۃ المفاتیح ۱۵۹/۹،ط:رشیدیہ)

حدیث نمبر ۸ :

قال رسول الله ﷺ من زار قبر ابویه او أحدهما فی کل جمعة غفرله و کتب برا.(شرح عین العلم وزین الحلم ۱/۳۹۸،ط:دار المعرفة)

(وله شواهد کما فی تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة ۲/۳۷۳،ط:مکتبة القاهرة)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن اپنے والدین میں سے دونوں یا ایک کی قبر کی زیارت کی اس کی مغفرت کی جائے گی اور اس کو (والدین کے ساتھ) حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے والا لکھا جائے گا۔

حدیث نمبر ۹ :

قال رسول الله ﷺ:......الوالد أوسط أبواب الجنة فان شئت فحافظ علی الباب أو ضیّع.(مشکاة المصابیح ص : ۴۲۰،ط:قدیمی)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے۔ یہ تمہاری مرضی ہے کہ (والد کی تابعداری کر کے) اس کو محفوظ رکھو یا (نافرمانی کر کے) اسے ڈھادو۔

حدیث نمبر ۱۰ :

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ :دینار أنفقته فی سبیل الله

ودينار أنفقته في رقبة ودينار تصدقت به على مسكين ودينار أنفقته على أهلك، اعظمها أجرا الذى أنفقته على أهلك.

(الصحيح لمسلم ۱/۳۲۲، ط:قديمي)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ دینار واشرفی جس کو تو اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد لاعلاء کلمۃ اللہ) میں خرچ کرے اور وہ دینار جس کو تو غلام (کی آزادی) میں خرچ کرے اور وہ دینار جس کو تو مسکین پر خرچ کرے اور وہ دینار جس کو تو اپنے اہل وعیال (والدین، بیوی، اولاد) پر خرچ کرے ان میں سے اجر وثواب کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا وہ دینار ہے جس کو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

فائدہ: اپنے اہل وعیال جس میں والدین بھی شامل ہیں، پر خرچ کرنے کی قیمت کا ذرا اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بڑھ کر ہے جس کے بارے میں آیا ہے کہ جس نے مجاہد کو سامان دیا وہ ایسا ہے گویا کہ خود جہاد کیا۔ مجاہد پر خرچ کرنے کا کتنا بڑا ثواب ہے کہ جہاد کا ثواب ملتا ہے لیکن اپنے اہل وعیال (والدین وغیرہ) پر خرچ کرنا اس سے بھی افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سعادت نصیب فرمائیں۔ ہماری جانوں اور مالوں کو والدین کی خدمت کے لیے قبول فرمادیں۔

تنبیہ: مسائل کے زمرہ میں یہ بات آئے گی کہ والدین کی اطاعت اس وقت واجب ہے جبکہ شریعت کے مطابق ہو، ورنہ اطاعت ناجائز اور گناہ ہے، اور یہاں بھی گزارش کی جارہی ہے کہ مندرجہ بالا احادیث پڑھ کر ایسا نہ ہو کہ کہیں والدین کی اطاعت کے جوش میں آکر حدود اللہ کو ضائع کر بیٹھیں اور اجر وثواب کی جگہ دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ جیسا کہ احیاء العلوم میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی گئی ہے:

يأتي على الناس زمان يكون هلاك الرجل على يد زوجته وابويه وولده يعيرونه بالفقر ويكلفونه مالا يطيق فيدخل المداخل التي يذهب فيها دينه فيهلك. (احياء العلوم، ۲/۳۳، ط:رشيديه)

ترجمہ: ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی کی ہلاکت اپنی بیوی، والدین اور اولاد کی وجہ سے ہوگی۔ (یہ حضرات) اس کو فقر وغربت کے طعنے دیں گے اور اس سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کریں گے جو اس کی قدرت میں نہ ہوں گی۔ پھر وہ (ان چیزوں کو حاصل کرنے اور ان کے طعنوں سے بچنے کے لیے) ایسی جگہوں میں جائے گا جہاں اس کا دین ختم ہو جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا (جب دین ختم ہوا تو ہلاکت میں کیا شک اور تردد ہے)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی بتلائے ہوئے حدود کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر اچھا کام بھی کیا جائے گا تو وہ بھی بجائے نعمت وسببِ عزت کے سامانِ ہلاکت اور وبال بنے گا۔

لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ والدین کا وہ حکم جو حکمِ خداوندی سے ٹکراتا ہو، کی اطاعت ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ اگر نہیں ٹکراتا تو نافرمانی ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حدود کے اندر اندر دین متین پر تا موت استقامت کے ساتھ جمع رہنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔

قوله تعالیٰ: "او الوالدين والاقربين" يدل على أنه انما تجب عليه طاعة الوالدين فيما يحل ويجوز، ولا يجوز له أن يطيعهما في معصية الله لأنه تعالیٰ أمره باقامة الشهادة عليهما مع كراهتهما لذلك.

(احكام القرآن للتهانوی ۲/۳۶۰، ط: ادارة القرآن)

﴿والدین کی اطاعت وحسن سلوک اورنافرمانی کا بیان﴾

وقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَینِ اِحسَانًا اِمَّا یَبلُغَنَّ عِندَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُما أو کِلٰھما فلا تقل لھما أف ولا تنھرھُمَا وَقُلْ لھما قولا کریما وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا. ربُکم أعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صٰلحین فانہ کان للأوابین غفورا.[بنی اسرائیل :۲۴،۲۵]

خلاصہ تفسیر : تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر (وہ) تیرے پاس ہوں اور ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں (جس کی وجہ سے محتاجِ خدمت ہو جائیں اور جبکہ طبعًا ان کی خدمت کرنا ثقیل معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی ہوں مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور (ان کے لیے حق تعالیٰ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا، پرورش کیا ہے (اور صرف اس ظاہری توقیر وتعظیم پر اکتفاء مت کرنا، دل میں بھی ان کا ادب وقصدِ اطاعت رکھنا کیونکہ) تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے (اور اسی وجہ سے تمہارے لیے ایک تخفیف بھی سناتے ہیں کہ) اگر تم (حقیقت میں دل ہی سے) سعادت مند ہو (اور غلطی یا تنگ مزاجی یا دل تنگی سے کوئی ظاہری فروگذاشت ہو جاوے اور پھر دل سے نادم ہو کر معذرت کرلو) تو وہ توبہ کرنے والے کی خطا معاف کر دیتا ہے۔(بیان القرآن ۲/۳۷۰،۳۷۱،ط:ادارہ تالیفات)

حدیث نمبر ۱ :

ان رسول اللہ ﷺ کان جالسا یوماً فأقبل أبوہ من الرضاعة فوضع لہ بعض ثوبہ فقعد علیہ ثم أقبلت أمہ فوضع لھا شق ثوبہ من جانبہ الآخر فجلست علیہ ثم اقبل اخوہ من الرضاعة فقام لہ رسول اللہ ﷺ فاجلسہ بین

یدیه.(سنن ابی داود ۲/ ۳۵۹،ط: رحمانیه)

رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آ گئے، آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا ایک طرف بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے، پھر آپ کی رضاعی ماں (انا) تشریف لے آئیں، آپ ﷺ نے کپڑے کا دوسرا طرف ان کے واسطے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔اس کے بعد آپ کا رضاعی بھائی آ گیا، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے آگے بٹھا لیا۔

فائدہ: اس حدیث مبارک پر ذرا غور تو فرمایئے کہ کیا آج ہم مسلمان اپنے حقیقی والدین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے رضاعی والدین سے کیا؟ پس ہمیں اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۲ :

عن المغیرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله حرم علیکم عقو ق الامهات. رواه البخاری ومسلم .(مشکوة المصابیح ،ص: ۴۱۹،ط:قدیمی)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳ :

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ :من الکبائر شتم الرجل والدیه قالوا:یا رسول الله وهل یشتم الرجل والدیه؟ قال:" نعم یسب أبا الرجل فیسب أباه ویسب أمه فیسب امه". رواه البخاری و مسلم.

(مشکوة المصابیح ، ص: ۴۱۹،ط:قدیمی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب وہ دوسرے آدمی کے والد کو گالی دیتا ہے تو وہ دوسرا آدمی اس کے والد کو گالی دیتا ہے اور وہ اس دوسرے آدمی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو دوسرا آدمی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

فائدہ:اے عزیز باتمیز!ایک زمانہ ایسا بھی تھا جس میں والدین کی عزت واکرام وقدر ومنزلت مسلمانوں کے دلوں میں ایسی جمی ہوئی اور اس قدر راسخ تھی کہ والدین کو گالی دینا تصور میں بھی نہیں آتا تھا۔حضور ﷺ کے فرمانے پر سب نے گزارش کی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی والدین کو گالی دے تو آپ ﷺ نے (اسے دوسرے انداز میں) سمجھایا کہ دوسرے کی زبان سے والدین کے لیے گالی نکلوانا ایسا ہے جیسا کہ آپ نے اس کو خود گالی دی کہ اگر ایک شخص دانستہ دوسرے کو گالی دے یا غیر اخلاقی طریقے سے غصہ دلائے یا اتنا تنگ کردے کہ دوسرا شخص اس کے ماں باپ کو گالی نکالے تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اُس نے خود گالی دی،لیکن دور حاضر میں والدین کی قدر ومنزلت مسلمانوں کے قلوب سے ایسی نکل گئی ہے کہ صحابہ ﷺ کا سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

ببیں تفاوتِ رَہ از کجا است تا بکجا............پس غور کیجیے۔

حدیث نمبر ٤ :

عن ابی هريرة ﷺ قال قال رجل : يا رسول الله من أحق بحسن صحابتى؟ قال: "أمک" قال : ثم من ؟ قال:"أمک"، قال: ثم من ؟ قال : "أمک" قال: ثم من؟ قال:" أبوک" .متفق عليه.(مشكوة ٤١٨،ط:قديمى)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون شخص میرے حسن سلوک کا زیادہ حقدار ہے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیری ماں (تین دفعہ فرمایا تیری ماں)اور جب چوتھی مرتبہ پوچھا تو فرمایا تیرا والد۔

حدیث نمبر ٥ :

عن ابی الطفيل ﷺ قال رأيت النبی ﷺ يقسم لحما بالجعرانة اذ أقبلت امرأة حتى دنت الى النبی ﷺ فبسط لها رداء ه فجلست عليه فقلت: من هی؟ فقالوا: هی أمه التی أرضعته. رواه ابو داود.

(مشكوة المصابيح ،ص:٤٢٠،ط:قديمى)

حضرت ابوالطفیل ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جعرانہ کے مقام پر گوشت تقسیم کررہے تھے کہ ایک عورت آئی اور آپ ﷺ کے قریب ہوگئی۔آپ ﷺ نے ان کے

لیے اپنی چادر بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئی (راوی کہتے ہیں) کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ ﷺ کی والدہ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

فائدہ: ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی ماں سے نیک برتاؤ اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔

حدیث نمبر ٦ :

عن معاوية بن جاهمة رضی اللہ عنہ أن جاهمة جاء الى النبى ﷺ فقال: يا رسول الله أردت أن أغزو وقد جئت أستشيرك فقال:" هل لك من أم؟" قال: نعم قال:" فالزمها فان الجنة عندرجلها". رواه احمد والنسائى والبيهقى فى شعب الايمان. (مشكوة المصابيح ،ص: ۴۲۱،ط:قديمى)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ جہاد کروں، آپ ﷺ کا مشورہ چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: اس کی خدمت کو لازم پکڑو، کیونکہ جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔

حدیث نمبر ۷ :

ان رجلا هاجر الىٰ رسول الله ﷺ من اليمن ، فقال:" هل لك احد باليمن؟" قال: ابواى، قال:"أذنا لك؟" قال: لا، قال: " فارجع اليهما فاستأذنهما فان أذنا لك فجاهد و الا فبرهما. (سنن ابى داود ۱/۳۶۵،ط:رحمانيه)

یمن کا ایک باشندہ ہجرت کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ وطن میں تمہارا کوئی پیچھے ہے؟ عرض کیا میرے والدین ہیں۔ پوچھا کیا تم کو انہوں نے ہجرت کی اجازت دی؟ کہا نہیں۔ فرمایا ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور اجازت طلب کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ انہیں کی خدمت میں رہو۔

حدیث نمبر ۸ :

عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال : كانت تحتى أمرأة أحبها وكان عمر يكرهها فقال لى : طلقها فأبيت، فأتى عمر رسول الله ﷺ :فقال لى

رسول الله ﷺ :"طلقها". رواه الترمذی و ابو داود.

(مشکوۃ المصابیح ،ص: ۴۲۱،ط:قدیمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں میری ایسی بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ پسند نہ تھی، سوانہوں مجھ سے کہا کہ اس کو طلاق دے دو تو میں نے انکار کیا تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بیوی کو طلاق دے دو۔

﴿مسائل﴾

مسئلہ نمبر ۱: باری تعالیٰ نے آیت کریمہ (وقضیٰ ربک الّا تعبدوا الا ايّاه وبالوالدين احسانا) میں اپنی عبادت کے ذکر کے متصل والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح عبادت باری تعالیٰ واجب اور فرض ہے اسی طرح والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا بھی واجب اور فرض ہے، نیز اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ توحید و عبادت باری تعالیٰ کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور ضروری ہے۔

(معارف القرآن ۵/۴۶۳، ط: معارف القرآن ......وکذافی تفسیر قرطبی ۱۰/ ۲۰۸، ط: رشیدیہ)

مسئلہ نمبر ۲: اسی طرح مندرجہ بالا آیت واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے اور ان کو ایذاء پہنچانا حرام و ناجائز ہے خواہ وہ ایذاء اُف کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

اُف سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو یہاں تک کہ ان کی بات سن کر لمبی سانس لینا جس سے اُن پر ناگواری کا اظہار ہو وہ بھی اسی کلمہ اُف میں داخل اور ممنوع ہے، غرض یہ کہ جس چیز سے ماں باپ کو کم سے کم بھی اذیت و تکلیف پہنچے وہ بھی ممنوع ہے۔

(کذافی معارف القرآن ۵/ ۴۶۶، ط: ادارۃ المعارف)

﴿سفر پر جانے میں والدین کی اجازت﴾

مسئلہ نمبر ۱: اگر مسلم ممالک میں تجارت کے لیے یا حج یا عمرہ کے لیے سفر کا ارادہ ہے اور اس کے والدین مسکین وغریب ہیں اور ان کے اخراجات کی ذمہ داری اس بیٹے پر ہے اور بیٹے کا اتنا مال بھی نہیں کہ حج وعمرہ اور تجارت میں بھی لگائے اور والدین کے لیے مدتِ سفر کا خرچہ بھی مہیا کر دے تو اس صورت میں بیٹے کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ والدین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور اگر وہ خدمت کے محتاج ہوں اور اس کے علاوہ دوسرا خادم نہ ہو تب بھی ان کی اجازت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: اگر والدین مالدار ہیں اور بیٹا حج وعمرہ اور تجارت کے لیے جس راستے سے سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس راستہ میں بیٹے کی ہلاکت کے خطرہ کا غالب گمان ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: اگر والدین مالدار ہیں اور ان کو بیٹے کی طرف کوئی احتیاج نہیں اور بیٹا جس راستہ سے سفر کرتا ہے وہ بھی مامون ومحفوظ ہے تو اس صورت میں والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر ٤: اسی طرح جہاد کے لیے جانے میں اگر غالب گمان ہلاکت کا نہ ہو اور والدین بھی مالدار ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے ورنہ نہیں، یعنی اگر ہلاکت کا قوی خطرہ ہے یا ہلاکت کا غالب گمان تو نہیں لیکن والدین مسکین ہیں، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے والا اُس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں اور اس کے پاس بھی اتنا مال نہیں کہ خود جہاد میں بھی لگائے اور والدین کے کھانے پینے کا بھی انتظام کرے تو ان کی اجازت کے بغیر جانا درست نہیں۔ ہاں اگر ان کی خدمت وخرچہ کا انتظام کر کے جاتا ہے تو ان کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے۔

تنبیہ: جہاد پر والدین کی خدمت کو جو ترجیح دی گئی ہے کہ حالات مذکورہ میں ان کی اجازت

کے بغیر جہاد میں نہ جائے، یہ اس وقت ہے جب جہاد فرض کفایہ ہو، ورنہ جب جہاد فرضِ عین ہو جائے پھر جہاد کو ہی ترجیح ہوگی اور بغیر اجازت کے جانا گناہ تو درکنار بلکہ فرض ہے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔(احکام القرآن للتھانوی ۲/ ۲۶۱، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ۵: اگر والدین میں سے ایک نے جہاد وغیرہ میں جانے کی اجازت دے دی اور دوسرے نے نہیں دی تب بھی جانا جائز نہیں اس لیے کہ دونوں کی اجازت مطلوب ہے۔

مسئلہ نمبر ٦: اگر علمِ دین کیلئے نکلنے میں بیوی اور اولاد کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ضروری مسائل سیکھ کر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ کر ان کی پرورش کرے۔

مسئلہ نمبر ۷: علمِ دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا والدین کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے، لیکن اس علم سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا سیکھنا فرضِ عین ہو اور سیکھنے والے کی ڈاڑھی بھی آئی ہو اگر ابھی تک ڈاڑھی نہیں آئی تو اس کے والدین کے لیے اس کا روکنا جائز ہے۔اسی طرح اس کے والدین بھی مالدار ہوں ان کا خرچہ اس متعلم پر واجب نہ ہو ورنہ پھر بھی اجازت ضروری ہے۔

﴿عبارات فقہیہ﴾

فی الهندية : وقال محمد رحمه الله تعالى فی السير الكبير : إذا أراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة وكره ذلک أبواه فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كانا معسرين ونفقتهما عليه وماله لا يفي بالزاد والراحلة ونفقتهما فإنه لا يخرج بغير إذنهما سواء كان سفرا يخاف على الولد الهلاک فيه كركوب السفينة فی البحر أو دخول البادية ماشيا فی البرد أو الحر الشديدين أو لا يخاف على الولد الهلاک فيه وإن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه إن كان سفرا

لا یخاف علی الولد الهلاک فیه کان له أن یخرج بغیر إذنهما و إن کان سفرا یخاف علی الولد الهلاک فیه لا یخرج إلا بإذنهما کذا فی الذخیرة......رجل خرج فی طلب العلم بغیر إذن والدیه فلا بأس به ولم یکن هذا عقوقا قیل هذا إذا کان ملتحیا فإن کان أمرد صبیح الوجه فلأبیه أن یمنعه من ذلک الخروج کذا فی فتاوی قاضی خان.(الهندیة ۳۶۵/۵،۳۶۶،ط:رشیدیه)

وقال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالی : وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والدیه لو ملتحیا وتمامه فی الدرر.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی :(قوله وله الخروج)أی إن لم یخف علی والدیه الضیعة بأن کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه. وفی الخانیة: ولو أراد الخروج إلی الحج وکره ذلک قالوا إن استغنی الأب عن خدمته فلا بأ س وإلا فلا یسعه الخروج فإن احتاجا إلی النفقة ولا یقدر أن یخلف لهما نفقة کاملة أو أمکنه إلا أن الغالب علی الطریق الخوف فلا یخرج ولو الغالب السلامة یخرج. وفی بعض الروایات لا یخرج إلی الجهاد إلا بإذنهما ولو أذن أحدهما فقط لا ینبغی له الخروج لأن مراعاة حقهما فرض عین والجهاد فرض کفایة .... هذا فی سفر الجهاد فلو فی سفر تجارة أو حج لا بأس به بلا إذن الأبوین إن استغنیا عن خدمته إذ لیس فیه إبطال حقهما إلا إذا کان الطریق مخوفا کالبحر فلا یخرج إلا بإذنهما وإن استغنیا عن خدمته ولو خرج المتعلم وضیع عیاله یراعی حق العیال اهـ.

(قوله لو ملتحیا) أفاد أن المراد بالأمرد فی کلام الدرر الآتی خلاف الملتحی إذ لو کان معذورا یخشی علیه الفتنة فإن بعض الفسقة یقدمه علی الأمرد (قوله وتمامه فی الدرر) قال فیها وإن کان أمرد فلأبیه أن یمنعه . ومرادهم بالعلم: العلم الشرعی وما ینتفع به فیه دون علم الکلام وأمثاله لما روی عن الإمام الشافعی رحمه الله أنه قال لأن یلقی الله عبد بأکبر الکبائر خیر من أن یلقاه بعلم الکلام فإذا کان حال الکلام المتداول بینهم فی زمانهم هکذا فما ظنک بالکلام المخلوط بهذیان الفلاسفة المغمور بین

أباطيلهم المزخرفة اهـ.(الشامية ٦/٤٠٨،ط: سعيد)

وفي الهندية :ولو خرج الى التعلم ان كان قدر على التعلم وحفظ العيال فالجمع بينهما افضل ولو حصل له مقدار مالابد منه مال الى القيام بامر العيال ولا يخرج الى التعلم ان خاف على ولده كذا في التتارخانية ناقلا عن الينابيع.(الهندية ٥/٣٦٦،ط:رشيديه)

﴿حضر واقامت میں اطاعتِ والدین کی حدود کی تفصیل﴾

مسئلہ نمبر ۱: اگر بیٹے نے ایسا کام شروع کیا جس میں والدین کا نہ کوئی دنیوی نقصان ہے نہ اخروی اور والدین نے اس کو ناپسند کیا تو اگر بیٹا اس کام کا محتاج نہیں بلکہ اس کو چھوڑ سکتا ہے تو جب تک والدین اجازت نہ دیں اس کام کو نہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۲: اگر بیٹا والد کا حق پورا کرتا ہے تو ماں ناراض ہوتی ہے اور اگر ماں کا حق پورا کرتا ہے تو والد ناراض ہوتا ہے تو بیٹا خدمت اور احسان کے اعتبار سے ماں کو ترجیح دے گا اور احترام وتعظیم کے اعتبار سے والد کو ترجیح دے گا۔ یعنی اگر دونوں بیک وقت خدمت کے لیے بلائیں تو بیٹا پہلے ماں کی خدمت کرے بعد میں والد کی اور اگر عزت واحترام کا معاملہ آجائے تو بیٹا والد کو یہاں مقدم رکھے۔ مثلاً اگر دونوں نے بیٹے سے پانی مانگا تو بیٹا پہلے ماں کو دے گا پھر والد کو اور اگر دونوں باہر سے بیٹے کے کمرے وغیرہ میں داخل ہوئے تو بیٹا احتراماً والد کے لیے کھڑا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳: بیٹا نماز پر کھڑا ہوا اور والدین نے دیکھا بھی کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی انہوں نے بیٹے کو پکارا تو بیٹا نماز پڑھتا رہے، نماز توڑ کر جواب نہ دے خواہ فرض پڑھ رہا ہو یا نفل۔

مسئلہ نمبر ٤: اگر فرض نماز پڑھ رہا ہو اور والدین کو معلوم نہ ہو تب بھی پکار کا جواب نہ دے۔

مسئلہ نمبر ٥: اگر نفل نماز پڑھ رہا ہو اور والدین کو معلوم نہیں تو ان کی پکار کا جواب دینا واجب اور فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ٦: اگر والدین نے کسی مصیبت میں پھنس کر اپنی مدد کے لیے بلایا تو بیٹے

پر واجب ہے کہ نماز توڑ دے اور ان کی مدد کرے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔

مسئلہ نمبر ۷: اسی طرح والدین کے علاوہ اجنبی پر کوئی مصیبت پڑی اور مدد کے لیے پکارا خواہ اس نے خاص نمازی کو نہ پکارا ہو لیکن وہ نمازی اس کی مدد کر کے مصیبت سے بچانے کی قدرت رکھتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ نماز توڑ کر اس کی مدد کرے، نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل۔

تنبیہ: نماز توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حال میں ہے فقط ایک طرف سلام پھیرے مثلاً کھڑے ہونے کی حالت میں ہے تو اسی حال میں ایک طرف سلام پھیرے۔

مسئلہ نمبر ۸: اگر والدین نے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا تو حق کو دیکھا جائے گا، اگر والدین حق پر ہیں اور غرضِ صحیح (شریعت کے مطابق) کی وجہ سے حکم دے رہے ہوں تو بیٹے پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہے، بشرطیکہ ادائے مہر پر قادر ہو اور کسی معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر بیوی حق پر ہے تو طلاق دینا واجب نہیں البتہ والدین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے طلاق دے سکتا ہے، اگر نہ دے تو گناہ بھی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹: :اگر والدین نے بیٹے کو بیوی کے خلاف اُکسایا، تو بیٹا حق کو دیکھے گا، اگر والدین حق پر ہیں تو بقدرِ ضرورت بیوی کی سرزنش کرے، اگر بیوی حق پر ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ پھر بھی بیوی کی پٹائی کرے، اس لیے کہ ناجائز طور پر تو اجنبی کی پٹائی بھی جائز نہیں چہ جائیکہ بیوی کی جائز ہو، اس لیے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے رہنے کی اجنبیوں کے مقابلے میں زیادہ تاکید آئی ہے۔

آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب شوہر بیوی کے حقوقِ واجبہ کو ادا کرتا ہے تو والدین اس پر ناراض ہوتے ہیں اور شوہر والدین کی رضامندی کی خاطر بیوی کے حقوقِ واجبہ کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

یاد رکھیں! یہ بے دینی ہے۔ شوہر پر بیوی کے جو حقوق شریعت مطہرہ نے واجب کیے ہیں ان کا پورا کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اگر والدین ناراض بھی ہو جائیں کوئی پروا نہیں اس لیے کہ حضور

علیہ السلام نے واضح الفاظ میں فیصلہ فرمایا ہے کہ ”لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ خالق کی مخالفت میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

والدین کی خدمت میں گزارش ہے کہ بیٹے کو بیوی کے حقوق کو پورا کرتے ہوئے دیکھیں تو اظہار مسرت کریں اور اپنے بیٹوں کو بیویوں کے حقوق پورا کرنے کی ترغیب دیا کریں اور بیٹوں کو چاہیے کہ والدین کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے بیویوں کے غلط جالوں میں پھنس کر والدین کو جھڑکنے اور مارنے سے گریز کریں بلکہ ہر ایک جانب کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے حسنِ سلوک کا برتاؤ کرتے رہیں، ورنہ کبیرہ گناہوں کے کسی نہ کسی دروازہ پر پہنچ جائیں گے۔

﴿عبارات فقہیہ﴾

فی الهندية : الابن البالغ يعمل عملا لا ضرر فيه دينا و لا دنيا بوالديه وهما يكرهانه فلا بد من الاستئذان فيه إذا كان له منه بد إذا تعذر عليه جمع مراعاة حق الوالدين بأن يتأذى أحدهما بمراعاة الآخر يرجح حق الأب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام وعن علاء الأئمة الحمامي قال مشايخنا رحمهم الله تعالى الأب يقدم على الأم في الاحترام والأم في الخدمة حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للأب ولو سألا منه ماء ولم يأخذ من يده أحدهما فيبدأ بالأم كذا في القنية.

(الفتاوى الهندية، ۵/ ۳۶۵، ط: رشيديه)

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : ويجب القطع لنحو إنجاء غريق أو حريق. ولو دعاه أحد أبويه في الفرض لا يجيبه إلا أن يستغيث به. وفي النفل إن علم أنه في الصلاة فدعاه لا يجيبه والا أجابه.

وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ : قوله (ويجب) أي يفترض. وقوله (لا يجيبه) ظاهره الحرمة سواء علم أنه في الصلاة أو لا. ط.

قوله: (إلا أن يستغيث به) أي يطلب منه الغوث والإعانة وظاهره ولو في أمر غير مهلك واستغاثة غير الأبوين كذلك ط. والحاصل أن المصلي

متى سمع أحدا يستغيث وإن لم يقصده بالنداء أو كان أجنبيا وإن لم يعلم ما حل به أو علم وكان له قدرة على إغاثته وتخليصه وجب عليه إغاثته وقطع الصلاة فرضا كانت او غيره.(الشامية، ۲/ ۱ ۵،ط:سعيد)

وقال العلامة عبد الحق الدهلوى رحمه الله تعالىٰ : (طلقها) ان كان الحق فى جانب الوالدين فطلاقها واجب للزوم العقوق وان كان فى جانب المرأة فان طلقها لرضا الوالدين فهو جائز.

(اللمعات على المشكوة ۸/ ۲۳۰، ۲۳۱،ط:مكتبه علوم اسلاميه)

فى عين العلم وزين الحلم فى بيان حقوق المرأة : ولا يطلق...... الا لضرورة منه أو جناية منها أو أمر الأب به ان صح الغرض وهو مأثور.

وقال الملا على القارى رحمه الله تعالى : (أو أمر الأب) أى أو لأجل أمر أب الزوج (به) اى بطلاقها (ان صح الغرض) أى غرض الأب ولا يكون عن حظ النفس أو الغضب (وهو مأثور) أى مروى عن ابن عمر رضى الله عنهما.(شرح عين العلم ۱/ ۱ ۱ ۴،ط:دار المعرفة)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : بل يستحب لو مؤذية أو تاركة صلاة.غاية.

وقال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ : (قوله لو مؤذية) أطلقه فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها ط. (قوله أو تاركة صلاة) والظاهر أن ترك الفرائض غير الصلاة كالصلاة وعن ابن مسعود ﷺ لأن ألقى الله تعالى وصداقها بذمتي خير من أن أعاشر امرأة لا تصلى.

(الشامية ۳/ ۹ ۲۲،ط:سعيد)

وقال العلامة عبد الحى اللكنوى رحمه الله تعالىٰ :اذا اعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه ، فان لم تنزجر لا يجب التطليق عليه، لأن الزوج قد أدى حقه، والاثم عليها ، كذا فى خزانة الروايات عن القنية، وصرح به فى الدر المختار أيضاً قبيل كتاب احياء الموات.هذا ما اقتضاء الشرع، وأما مقتضى غاية التقوىٰ فهو أن يطلقها...... لكن جواز الطلاق انما هو اذا قدر على أداء المهر، والا فلا

يطلقها، كما في الأشباه والنظائر.

(مجموعة رسائل اللكهنوى ۱۶۳/۴،ط:ادارة القرآن)

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: ويكتفى بتسليمة واحدة هو الأصح غاية.

وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: والحاصل أن المصلى متى سمع أحدا يستغيث وإن لم يقصده بالنداء أو كان أجنبيا وإن لم يعلم ما حل به أو علم وكان له قدرة على إغاثته وتخليصه وجب عليه إغاثته وقطع الصلاة فرضا كانت أو غيره (قوله لا يجيبه) عبارة التجنيس عن الطحاوى: لا بأس أن لا يجيبه. قال ح: وهي تقتضى أن الإجابة أفضل تأمل اهـ.

قلت: ومقتضاه أن إجابته خارج الصلاة واجبة أيضا بالأولى. والظاهر أن محله إذا تأذى منه بترك الإجابة لكونه عقوقا تأمل اهـ.

هذا وذكر الرحمتي ما معناه أنه لما كان بر الوالدين واجبا وكان مظنة أن يتوهم أنه إذا ناداه أحدهما يكون عليه بأس في عدم إجابته دفع ذلك بقوله لا بأس ترجيحا لأمر الله تعالى بعدم قطع العبادة لأن نداءه له مع علمه بأنه في الصلاة معصية ولا طاعة لمخلوق في معصية الخالق فلا تجوز إجابته؛ بخلاف ما إذا لم يعلم أنه في الصلاة فإنه يجيبه لما علم في قصة جريج الراهب ودعاء أمه عليه وما ناله من العناء لعدم إجابته لها فليس كلمة لا بأس هنا لخلاف الأولى لأن ذلك غير مطرد فيها بل قد تأتي بمعنى يجب والظاهر أن هذا منه.(الشامية ۵۱/۲،۵۲،ط:سعيد)

وعن النواس بن سمعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. رواه في شرح السنة.(مشكوة ص: ۳۲۱،ط:قديمى)

﴿والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل﴾

مسئلہ نمبر ۱: تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا واجب ہے خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار، محرم ہو یا غیر محرم، ہاں جو جتنا قریب ہوگا اس کے ساتھ اتنا ہی حسن سلوک کا وجوب مؤکد ہوگا اور والدین چونکہ سب اقرباء میں سے زیادہ قریب ہیں اس لیے یہ حسن سلوک کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ صلہ رحمی پر بہت زیادہ اجر وثواب ملے گا اور قطع تعلق پر گناہ بھی بہت بڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جوڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ذیل میں حسن سلوک کے طریقوں کا بیان ملاحظہ ہو:

مسئلہ نمبر ۲: والدین کے ساتھ شفقت ومحبت اور نرم لہجے میں بات کرنا۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی بات کی جائے جس طرح کوئی غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے، اور قرآن پاک نے بھی ''**قل لهما قولا كريما**'' کا حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ نرمی اور محبت سے بات کریں۔

(کذا فی معارف القرآن ۵/ ۴۶۶، ط: ادارۃ المعارف، ماخوذ از قرطبی)

مسئلہ نمبر ۳: والدین کے سامنے اپنے آپ کو عاجز وذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرنا جیسے غلام آقا کے سامنے عاجزی سے پیش آتا ہے۔

(کذا فی معارف القرآن ۵/ ۴۶۶، ط: ادارۃ المعارف، ماخوذ از قرطبی)

مسئلہ نمبر ٤: مسلمان والدین کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کے لیے دعا کرنا۔

مسئلہ نمبر ۵: کافر والدین کے لیے ان کی زندگی میں دنیاوی مشقت سے نجات و ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے اور کفر پر موت آنے کے بعد ان کے لیے رحمت وغیرہ کسی قسم کی دعا جائز نہیں۔ (کذا فی معارف القرآن ۵/ ۴۶۷، ط: ادارۃ المعارف، ماخوذ از قرطبی)

مسئلہ نمبر ٦: والد کو اچھے لقب سے بلانا، اس کا نام لے کر بلانا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۷: والدین کے ساتھ بیٹھنا اور گفتگو کرنا۔

مسئلہ نمبر ۸: ہفتہ یا مہینہ میں ایک دو دفعہ ان کی زیارت کو جانا خواہ زندہ ہوں یا مردہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۹: والدین کی حیات میں جب ان کے پاس جائے تو اجازت لے کر اندر جانا اور موت کے بعد جائے تو ان کے لیے استغفار کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۰: انہوں نے لوگوں سے جو وعدے کیے ہیں ان کا پورا کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۱: ان کی وصیتوں کو صحیح طور پر نافذ کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۲: والدین کے دوستوں کی عزت واکرام کرنا، موت سے قبل بھی اور بعد بھی۔

مسئلہ نمبر ۱۳: جب صدقہ کرے تو اس کے ثواب میں والدین کو شریک کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۴: جو ان کی غیبت و برائی بیان کرتا ہے اس کو مال دے کر اس کی زبان کو ان سے بند کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۵: والدین کی خدمت میں ہدایا وعطیات پیش کرنا۔

مسئلہ نمبر ۱۶: جب سفر میں ہوں تو ان کی طرف خطوط ارسال کرنا، البتہ اگر وہ اپنے پاس بلائیں تو خط کی جگہ خود جانا۔

مسئلہ نمبر ۱۷: بڑا بھائی اور دادا اگر چہ بہت اوپر ہوں، والد کی طرح ہے اور بڑی بہن اور خالہ ماں کی طرح ہے حسن سلوک کے برتاؤ میں۔ بعض نے چچا کو بھی والد کی طرح ٹھہرایا ہے۔

تنبیہ: آج کل یہ وبا پھیلی ہوئی ہے کہ ہر کام بدلے پر کیا جاتا ہے یہاں تک کہ کسی کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ بھی اس وقت کرتا ہے جب وہ اس کے ساتھ کرے ورنہ نہیں۔ یاد رکھو! یہ حسن سلوک نہیں بلکہ ادلہ بدلہ ہے۔ حسن سلوک یہ ہے کہ دوسرا بدسلوکی کرتا رہے اور صلہ رحمی کو توڑتا رہے اور آپ پھر بھی حسن سلوک سے پیش آتے رہیں اور صلہ رحمی کو برقرار اور جوڑے رکھیں، حدیث میں اسی کو صلہ رحمی اور حسن سلوک کہا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **ليس الواصل با المكافئ ولكن الواصل الذى اذا قطعت رحمه وصلها. رواه البخاری. (مشکوۃ ص: ۴۱۹، ط: قدیمی)**

﴿عباراتِ فقہیہ﴾

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وصلة الرحم واجبة ولو) كانت (بسلام و تحية وهدية) ومعاونة ومجالسة ومكالمة و تلطف و احسان ويزورهم غبا ليزيد حبا بل يزور اقربائه كل جمعة أو شهر الخ)

وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ :(قوله وصلة الرحم واجبة) نقل القرطبي في تفسيره اتفاق الأمة على وجوب صلتها وحرمة قطعها للأدلة القطعية من الكتاب والسنة على ذلک .قال في تبيين المحارم: واختلفوا في الرحم التي يجب صلتها، قال قوم: هي قرابة كل ذي رحم محرم و قال آخرون كل قريب محرما كان أوغيره اهـ والثاني ظاهر اطلاق المتن قال النووي في شرح مسلم: وهو الصواب واستدل عليه بالاحاديث نعم تتفاوت درجاتها ففي الوالدين اشد من المحارم وفيهم أشد من بقية الأرحام وفي الاحاديث اشارة الى ذلک كما بينه في تبيين المحارم...... قال في تبيين المحارم وان كان غائبا يصلهم بالمكتوب اليهم، فإن قدر على المسير اليهم كان أفضل وان كان له والدان لا يكفي المكتوب ان أرادا مجيئه وكذا ان احتاجا إلى خدمته، والاخ الكبير كالاب بعده وكذا الجد وان علا والاخت الكبيرة والخالة كالأم في الصلة، وقيل العم مثل الاب.(الشاميه ۴۱۱/۶،ط:سعيد)

وقال العلامة القرطبي رحمه الله تعالى : وَقَالَ ابنُ البَدَّاحِ التُّجِيبِيُّ: قُلتُ لِسَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ كُلُّ مَا فِي القُرآنِ مِن بِرِّ الوَالِدَينِ قَد عَرَفتُهُ إِلَّا قَولَهُ:"وَقُل لَهُما قَولًا كَرِيماً" مَا هَذَا القَولُ الكَرِيمُ؟ قَالَ ابنُ المُسَيَّبِ: قَولُ العبد المذنب للسيد الفَظِّ الغَلِيظِ. الرَّابِعَةَ عَشرَةَ :قَولُهُ تَعَالَى: وَاخفِض لَهُما جَناحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحمَةِ هَذِهِ استِعَارَةٌ فِي الشَّفَقَةِ وَالرَّحمَةِ بِهِمَا وَالتَّذَلُّلُ لَهُمَا تَذَلُّل الرَّعِيَّةِ لِلأَمِيرِ وَالعَبِيدِ لِلسَّادَةِ كَمَا أَشَارَ إِلَيهِ سعيد بن المسيب.

(تفسير قرطبی ۲۱۴/۱۰،ط:رشيديه)

وقال العلامة التمرتاشي رحمه الله تعالىٰ : ويكره ان يدعو الرجل اباه

وان تدعو المرأة زوجها باسمه.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :...... بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم کـ "ياسيدی" ونحوه لمزيد حقهما على الولد والزوجة.

(الشامية ٦/٤١٨،ط:سعيد)

وقال في عين العلم و زين الحلم: ويستاذن للدخول عليهما ويستغفر لهما و ينفذ عهودهما ووصايا هما و يكرم أصدقاء هما...... و يتصدق لهما و يزور هما حيا وميتا...... ويقطع لسان السفيه عنهما بماله، فهو من البر و يقدم حق المعلم على حقهما فهو حياة الروح ولا يقرع باب داره فورد"ولوانهم صبر و احتى تخرج اليهم لكان خيراً لهم".

(شرح عين العلم و زين الحلم ١/٣٩٧،ط:دار المعرفة)

تنبیہ : عین العلم وزین الحلم کی آخری عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علوم دینیہ کے استاد کا حق والدین سے زیادہ ہے،لہٰذاان کا ادب واحترام ہرشاگرد پرضروری اورواجب ہے۔

﴿والدین کا نفقہ﴾

عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده ﷺ ان رجلا قال يا رسول الله ان لی مالا وولدا وان والدی يحتاج مالی . قال: انت ومالک لوالدک، ان اولادكم من أطيب كسبكم كلوا من كسب أولادكم.

(سنن ابی داود ١/١٤٢،ط:رحمانيه)

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں مالدار ہوں اورصاحب اولاد بھی اور میرے والد کا یہ حال ہے کہ میری مدد کے بغیر گزارانہیں کرسکتا۔آپ ﷺ نے فرمایا تم خوداورتمہارا مال ودولت تمہارے والد کا مال ہے۔تمہاری اولاد بہت اچھی کمائی ہے پس (بے تکلف)اس کی کمائی کھاؤ۔

﴿وجوبِ نفقہ کی شرطیں﴾

والدین کے نفقہ(خرچ اوررہائش)کے واجب ہونے کے لیے دوشرطیں ہیں:

ایک والدین کا فقر و ناداری اور دوسری اولاد کا مالدار ہونا، خواہ اولاد نابالغ ہی ہو۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مالیت سے مالدار بنتا ہے؟

بعض حضرات نے فرمایا کہ جب اس کے پاس اتنا مال آجائے جتنا مال وجوب صدقہ فطر کے لیے شرط ہے اور جس کے ہوتے ہوئے زکوۃ کا لینا حرام و ناجائز ہے یعنی اس کے پاس مال بقدرِ نصاب صدقۂ فطر و مانع عن اخذِ زکوٰۃ ہو۔

اور بعض نے فرمایا کہ جب ان کے پاس اتنا مال آجائے جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے یعنی بقدرِ زکوۃ مال ہو۔

بعض دیگر حضرات نے فرمایا کہ اس کے پاس جب اتنا مال آجائے کہ اپنے عیال پر خرچ کرنے کے بعد بھی کچھ بچتا ہو تو وہ اس زائد کو والدین کے نفقہ میں لگائے گا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

قلت: مر فی رسم المفتی أن الأصح الترجیح بقوة الدلیل، فحیث کان الثالث هو الأوجه أی الأظهر من حیث التوجیه والاستدلال کان هو الأرجح، وإن صرح بالفتوی علی غیره، ولذا قال الزیلعی: قالوا الفتوی علی الأول بصیغة قالوا للتبری، وکذا قال فی الفتح وهذا یجب أن یعول علیه فی الفتوی أی علی الثالث. (الشامیة ۳/ ۶۲۱، ط: سعید)

﴿نصاب صدقہ فطر وزکوۃ کی تفصیل﴾

نصاب وجوب صدقہ فطر: سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان جب ان پانچوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور اس کے لیے زکوۃ وغیرہ وجوبی صدقات لینا حرام ہے۔ تین جوڑوں سے زائد کپڑے، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ بھی حاجتِ اصلیہ سے زائد سامان میں داخل ہیں۔

نصابِ وجوبِ زکوۃ: سونا، چاندی، مالِ تجارت اور نقدی چاروں کو ملا کر جب ان کی

قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے۔

فرق دونوں میں یہ ہے کہ نصابِ زکوۃ میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت کونہیں ملایا جاتا اور دوسرے نصابوں میں ملایا جاتا ہے۔

﴿نفقہ کی تفصیلات﴾

مسئلہ نمبر ۱: والدین کا نفقہ واخراجاتِ خوردونوش اولاد کے ذمہ واجب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲: والدین اور ان کا بیٹا دونوں فقیر محتاج ہیں لیکن دونوں میں کاروبار کرنے کی صلاحیت ہے تو اس صورت میں والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب نہیں بلکہ خود کاروبار کر کے کھائے پیے اور اگر والد معذور ہو یا کاروبار کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں یہ فقیر بیٹا ان کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ شامل کر کے کھلائے پلائے گا اور ان کو مستقل خرچہ کی رقم دینا اس پر واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: اگر اولاد میں سے ایک بچہ اور ایک بچی ہے تو ان کے ذمہ والدین کا سارا نفقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ٤: اگر دو بیٹے یا دو بیٹیاں یا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو دونوں والدین پر برابر خرچ کریں گے یعنی آدھا خرچہ ایک پر اور آدھا دوسرے پر۔

مسئلہ نمبر ٥: اگر دونوں میں سے ایک زیادہ مالدار ہے اور دوسرا کم، تب بھی خرچہ میں برابر شریک ہوں گے۔

مسئلہ نمبر ٦: اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا ذمی ہے تب بھی دونوں پر والدین کا برابر نفقہ واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷: اگر بیٹے نے والدین کے خرچہ سے انکار کیا اور وہاں پر قاضی بھی نہیں جس سے شکایت کر کے خرچہ وصول کرے تو والدین کے لیے جائز ہے کہ بیٹے کے مال سے بقدرِ خرچہ چُرا لیں۔

مسئلہ نمبر ۸: بیٹے کی عدمِ موجودگی میں والدین نے اس کے مال کو لے کر اپنے خرچہ میں لگایا، بیٹا واپس آیا تو والدین پر دعویٰ کیا کہ جس وقت تم نے میرا مال لیا ہے اس وقت تم مالدار تھے، انہوں نے انکار کیا کہ نہیں ہم فقیر تھے اور گواہ کسی کے پاس بھی نہیں تو والدین کی موجودہ صورتِ حال پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر اس جھگڑے کے وقت فقیر ہیں تو مال لیتے وقت بھی فقیر شمار کیے جائیں گے۔ اگر اس وقت مالدار ہیں تو اُس وقت بھی مالدار شمار کیے جائیں گے اور بیٹے کا لیا ہوا مال واپس ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو بیٹے کے گواہوں کو ترجیح دی جائے گی اور والد لیا ہوا مال واپس کرے گا۔

مسئلہ نمبر ۹: اگر والدین کا پوتا ہے اور ایک بیٹی تو نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا نہ کہ پوتے پر۔

مسئلہ نمبر ۱۰: اگر ایک نواسی رہ گئی ہے اور ایک بھائی تو نفقہ نواسی پر واجب ہوگا نہ کہ بھائی پر۔

مسئلہ نمبر ۱۱: اگر کسی کا والد بھی ہے اور بیٹا بھی تو اس کا نفقہ بیٹے پر واجب ہوگا نہ کہ والد پر۔

مسئلہ نمبر ۱۲: اگر کسی کا دادا اور پوتا رہ گیا تو کل نفقہ کے چھ حصّے کر کے ایک حصہ دادا پر ہوگا اور پانچ حصے پوتے پر۔

مسئلہ نمبر ۱۳: مسلمان بیٹے پر کافر ذمی والدین کا نفقہ بھی واجب ہے۔

تنبیہ: ذمی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے والدین تو کافر ہیں لیکن مسلمانوں کے ملک میں مستقل طور پر رہتے ہوئے ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔

﴿عبارات فقہیہ﴾

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : و تجب (على موسر) ولو صغيرا (يسار الفطرة) على الأرجح ورجح الزيلعي والكمال إنفاق فاضل

کسبه .وفي الخلاصة: المختار أن الكسوب يدخل أبويه في نفقته. وفي المبتغي: للفقير أن يسرق من ابنه الموسر ما يكفيه إن أبى و لا قاضي ثمة وإلا أثم (النفقة لأصوله) ولو أب أمه ذخيرة (الفقراء) ولو قادرين على الكسب والقول لمنكر اليسار والبينة لمدعيه (بالسوية) بين الابن والبنت وقيل كالإرث وبه قال الشافعي رحمه الله تعالىٰ (والمعتبر فيه القرب والجزئية) فلو له بنت وابن ابن أو بنت بنت وأخ ،النفقة على البنت أو بنتها؛ لأنه (لا) يعتبر (الإرث) إلا إذا استويا كجد وابن ابن فكإرثهما إلا لمرجح كوالد وولد (فعلى ولده لترجحه بأنت ومالك لأبيك).

وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ : قوله :(وفي المبتغي إلخ) سيأتي قريبا لو أنفق الأبوان ما عندهما للغائب من ماله على أنفسهما وهو من جنس النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الأبوين والزوجة قبل القضاء حتى لو ظفر بجنس حقه فله أخذه ولذا فرضت في مال الغائب بخلاف بقية الأقارب ونحوه في المنح والزيلعي.(الشامية ۳/ ۶۲۱، ۶۲۲،ط:سعيد)

وقال الامام قاضي خان رحمه الله تعالىٰ:الابن الموسر يجبر على نفقة أبويه المعسرين ولا يجب على الابن الفقير نفقة والده الفقير حكماً ان كان الوالد يقدر على العمل وان كان الوالد زمناً أو لا يقدر على عمل وللابن عيال كان على الابن أن يضم الأب إلى عياله وينفق على الكل والموسر في هذا الباب من يملك مالاً فاضلاً عن نفقة عياله ويبلغ الفاضل مقداراً تجب فيه الزكاة فان كان للفقير ابنان أحدهما فائق في الغنى والآخر يملك نصاباً كانت النفقة عليهما على السواء وكذا لو كان أحد الابنين مسلماً والآخر ذمياً كانت النفقة عليهما على السواء.

(الخانية على هامش الهندية ۱/ ۴۴۷، ۴۴۸،ط:رشيديه)

الذمي: هوا لمعاهد هوا لذى أُعطي عهدا يأمن به على ماله وعرضه ودينه.(القاموس الفقهي ص : ۱۳۸،ط:ادارة القرآن)

﴿دنیا میں والدین کی نافرمانی کا وبال﴾

حدیث نمبر ۱:

عن عبد الله بن ابی اوفی قال سمعت رسول الله ﷺ : یقول لا تنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم. رواه البیهقی.

(مشکوۃالمصابیح، ص: ۴۲۰، ط: قدیمی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس قوم پر اللہ پاک کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں صلہ رحمی کو توڑنے والا (یعنی والدین وغیرہ سے بدسلوکی کرنے والا) موجود ہو۔

حدیث نمبر ۲:

عن ابی بکرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ : ما من ذنب أحری ان یعجل الله لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخر له فی الآخرة من البغی وقطعیة الرحم. رواه الترمذی وابوداود. (مشکوۃالمصابیح، ص: ۴۲۰، ط: قدیمی)

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ گناہوں میں سے ظلم اور (رشتہ داروں خصوصاً والدین کے ساتھ بدسلوکی اور) قطع تعلق کرنا ایسا گناہ ہے کہ ان کا مرتکب (ارتکاب کرنے والا) اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی سزا آخرت میں جمع رکھنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کا مزہ چکھادیں۔

فائدہ: خوب یاد رکھیں کہ والدین کی نافرمانی سے دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ مذکور ہے جس سے ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ والدین کی نافرمانی انسان کو کیسے ذلیل وخوار کردیتی ہے۔

حدیث نمبر ۳:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: نادت امرأة ابنها وهو فی صومعة قالت: یا جریج قال: اللهم أمی وصلاتی فقالت: یا جریج قال: اللهم

أمي وصلاتي قالت: يا جريج قال: اللهم أمي وصلاتي فقالت: اللهم لا يموت جريج حتى ينظر في وجوه المياميس وكانت تأوي إلى صومعته راعية ترعى الغنم فولدت فقيل لها: ممن هذا الولد؟ قالت: من جريج نزل من صومعته قال جريج: أين هذه التي تزعم أن ولدها لي قال: يا بابوس من أبوك ؟قال: راعي الغنم. (صحيح البخاري ١/ ١٦١، ط:قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم ٢/ ٣١٣، ط: قديمي)

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو پکارا اور اس کا بیٹا عبادت گاہ میں تھا۔عورت نے آواز دی: اے جریج! (چونکہ وہ اس وقت نماز میں مصروف تھا اس لیے دل ہی دل میں کہا کیا کروں اے اللہ؟) ادھر میری نماز ہے (جس کا آخر تک پڑھنا واجب ہے اور توڑنا ناجائز) اور ادھر میری ماں ہے (جس کو جواب دینا ضروری ہے) عورت نے پھر پکارا: اے جریج! اس نے دل میں پھر یہی کہا، اس (عورت) نے پھر تیسری بار پکار کر کہا: اے جریج! اس نے پھر یہی کہا (جب تیسری بار جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے والدہ کو جواب نہیں دیا تو اس نے بددُعا کی) اور کہا اے اللہ موت سے پہلے پہلے جریج کو زنا کی بدکاری میں مبتلا کر کے شرمندہ وذلیل فرما۔

(اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے) کہ ایک چرواہی اس کی عبادت گاہ کے پاس آکر بھیڑ بکریوں کو چراتی تھی اس چرواہی کا بیٹا پیدا ہوا، لوگوں کے دریافت کرنے پر اس چرواہی نے کہا: یہ جریج سے ہے وہ اپنی عبادت گاہ سے اتر آیا تھا۔ (مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ فأتوه فاستنزلوه وهدموا صومعته وجعلوا يضربونه لوگ بہت غصہ ہوئے کہ جریج ظاہراً اپنے آپ کو بڑا عابد (عبادت گزار بنا کر) گوشہ نشین بنا ہوا ہے لیکن زنا جیسے فحش کام سے باز نہیں آیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی عبادت گاہ کو گرایا اور جریج کی پٹائی شروع کردی) جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ کوئی وجہ تو بتاؤ؟ تو انہوں نے یہی چرواہی کے بیٹے کا واقعہ سنایا۔ جریج نے کہا کہ عورت کہاں ہے؟ جو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا جریج سے ہے، لہٰذا وہ عورت لائی گئی۔ جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معصوم بچے سے مخاطب ہو کر پوچھا اے چھوٹے بچے بتا! تیرا والد کون ہے؟

(خدا کی شان دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بولنے کی قوت دی) اس نے کہا میرا والد فلاں چرواہا ہے۔

فائدہ: جریج رحمہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں سے ہیں، بہت بڑے عابد تھے لیکن ماں کی پکار کے جواب اور نماز کو جاری رکھنے میں ترجیح کی کشمکش میں رہ کر والدہ کو جواب نہ دیا، قصداً نافرمانی نہیں کی، اس کے باوجود ماں کی بددعا نے انہیں شرمندہ وذلیل کر کے چھوڑا اگرچہ آخر میں جب حقیقت کا پتہ چلا تو لوگوں کے دلوں میں ان کا مزید احترام بڑھ گیا، لیکن ماں کی بددُعا نے اثر ضرور دکھایا۔ غور کیجیے جو لوگ قصداً والدین کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، بات بات پر نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو جھڑکتے ہیں تو والدین کے دل سے جو آہ وپکار نکلے گی کیا وہ ان کو ذلیل ورسوا کیے بغیر چھوڑے گی؟ ہرگز نہیں چھوڑے گی۔

تو خدارا! اپنے اوپر ترس کھاؤ اور والدین کی نافرمانی، اور جھڑکنے، تنگ کرنے سے باز آجاؤ اور اطاعت وحسن سلوک کرنے میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور خود کو ذلت وخواری سے بچاؤ۔

تنبیہ : نماز کے اندر والدین کی پکار کا جواب کس وقت واجب اور ضروری ہے اور کس وقت نہیں اس کی تفصیل "حضر واقامت میں والدین کی اطاعت" کے عنوان کے تحت ماقبل میں گزر چکی ہے، وہاں مطالعہ کر کے خود بھی اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کر کے عمل کرنے پر آمادہ کریں۔

موت کے بعد والدین کی نافرمانی کا وبال

حدیث نمبر ۱:

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ لا یدخل الجنة قاطع. رواہ البخاری ومسلم. (المشکوۃ، ص: ۴۱۹، ط: قدیمی)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ والدین ودیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کو توڑنے والا اور بدسلوکی

کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: الامان الامان! کتنی بڑی وعید ہے؟ جنت جیسے مقام سے محرومی کا نقصان موت کے بعد متصل آشکارا ہو جائے گا۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو موت سے قبل اپنے نبی کریم ﷺ کے ارشادات پر یقین کر کے جنت کا سامان بنالے اور جہنم کے اسباب سے پرہیز کرے۔

حدیث نمبر ۲:

عن عبد الله ابن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لایدخل الجنة منان ولاعاق ولا مدمن خمر. رواه النسائي والدارمي.

(مشکوۃ، ص: ۴۲۰، ط: قدیمی)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نیکی کر کے احسان جتلانے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور شراب پینے والا یہ تینوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

حدیث نمبر ۳:

قال رسول الله ﷺ ان الجنة یوجد ریحها من مسیرة خمس مائة عام ولا یجد ریحها عاق ولا قاطع الرحم. (احیاء العلوم، ۲/ ۲۹، ط: رشیدیه)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آئے گی لیکن والدین کا نافرمان اور رشتہ داروں سے قطع کرنے والا جنت کی خوشبو سے ہمیشہ محروم رہے گا۔

حدیث نمبر ٤:

ان الله تعالی قال لموسی علیه السلام یا موسی إنه من بر والدیه وعقنی کتبته بارا ومن برنی وعق والدیه کتبته عاقا.

(احیاء علوم الدین، ۲/ ۲۹۱، ط: رشیدیه)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! جس نے والدین کی خدمت واطاعت کی اور میری نافرمانی کی میں اس کو فرمانبردار لکھتا ہوں اور جس نے میرے حقوق تو ادا کیے لیکن والدین کی نافرمانی کی تو میں اس کو نافرمان لکھتا ہوں۔

حدیث نمبر ۵:

وجاء أنه عليه الصلاة و السلام قال: لو علم الله تعالى شيئا أدنى من الأف لنهى عنه فليعمل العاق ما شاء أن يعمل فلن يدخل الجنة وليعمل البار ما شاء أن يعمل فلن يدخل النار.(روح المعانى ۱۵/۵۷،ط:امداديه)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اُف سے کم والدین کو تکلیف دینے والی کوئی چیز ہوتی تو ضرور اس کو بھی منع فرماتے، پس اعلان سنیے! والدین کا نافرمان جو بھی عمل کرے (خواہ وہ کتنا ہی اچھا اور قیمتی ہو) جنت میں داخل نہ ہوگا اور والدین کا فرمانبردار جو عمل (کوتاہی وغفلت میں) بھی کرے جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: والدین کی نافرمانی نے سارے اعمال کو آگ لگادی اور اطاعت نے سارے اعمال میں جان ڈال دی۔ معلوم ہوا کہ اصل کامیابی وناکامی کا مدار حقوق والدین پر ہے۔ لہٰذا قارئین کرام یہاں پہنچ کر فیصلہ کریں کہ آئندہ والدین کے حقوق میں کوتاہی سے پرہیز کریں گے اور اطاعت کی کما حقہ کوشش کریں گے۔

حدیث نمبر ٦:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال رغم انفه ثم رغم انفه ثم رغم انفه، قيل: من يارسول الله؟ قال: من ادرک والديه عندهٗ الكبر احدهما او كلاهما ثم لم يدخل الجنة.(مسلم ۲/۳۱۴،ط:قديمى)

حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ اس شخص کی ناک مٹی میں رگڑ جائے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی ناک؟ فرمایا: اس کی جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنائے۔

فائدہ: حدیث میں ناک کا مٹی میں رگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اچھی طرح ذلیل ورسوا ہو جائے جو والدین کی خدمت میں کوتاہی وغفلت کرتا ہے۔

ذرا غور کیجیے! کہ رحمۃ للعالمین اور شفیق الامت نبی ﷺ کی زبان مبارک سے والدین کے

نافرمان کے لیے کتنے سخت جملے نکل رہے ہیں۔ اب فیصلہ خود کیجیے کہ والدین کے نافرمان کے لیے دنیا اور آخرت میں ذلت ورسوائی سے بچنے کی کوئی اور صورت باقی ہے جبکہ شفاعت کرنے والے نبی ﷺ نے بھی اس کو اپنے پاس سے دفع کیا۔

حدیث نمبر ۷:

عن كعب بن عجرة قال: قال رسول الله ﷺ: احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجة قال: آمين فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال: آمين فلما نزل قلنا: يا رسول الله لقد سمعنا منك اليوم شيئا ما كنا نسمعه قال: إن جبريل عليه الصلاة والسلام عرض لي فقال: بُعْدًا لمن أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين فلما رقيت الثانية قال: بعدا لمن ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت: آمين فلما رقيت الثالثة قال: بعدا لمن أدرك أبواه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت: آمين. هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

(المستدرك للصحيحين للحاكم ۲۱۲/۵، ۲۱۳، ط: دار المعرفة)

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ منبر کے قریب ہو جاؤ! ہم لوگ قریب ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اُس نے اپنی مغفرت نہ کرائی، میں نے کہا: آمین۔ جب میں نے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکرِ مبارک ہو اور آپ پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین۔ جب میں نے تیسرے

درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے اور (ان کی خدمت کر کے) اپنے کو جنت کا مستحق نہ بنائے، میں نے کہا: آمین۔

فائدہ : سوچنے کی بات ہے کہ جبریل علیہ السلام جیسا جلیل القدر فرشتہ بددعا کرے اور شفیع محشر، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، امام الانبیاء والمرسلین، امام الاولیاء والمتقین، امام الاولین والآخرین، سرکار دو عالم ﷺ جیسے پیغمبر اس بددعا پر آمین کہیں، اس کی قبولیت میں کیا شبہہ ہے؟ حقیقت میں اگر وہ بددعا نہ بھی کریں غصہ کا اظہار ہی انسان کی ہلاکت کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ بددعا ہو۔ حضور کی ذات مقدس پر ایمان اور یقین رکھنے والا کبھی بھی اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک کے الفاظ خالی جائیں۔

اے مخاطب! اب بھی وقت ہے، والدین کی دعائیں لے لے اور اپنے کو دونوں جہاں کی ہلاکت سے بچالے، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔

اولاد کے حقوق کا بیان

يَـاأَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُوا قُوا أَنفُسَكُم وَأَهلِيكُم نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ عَلَيهَا مَلٰئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُم وَيَفعَلُونَ مَا يُؤمَرُونَ .

[التحریم :٦]

اے ایمان والوتم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جس پر تندخو اور مضبوط فرشتے ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث نمبر ۱ :

قال رجل يا رسول الله ﷺ من ابر؟فقال بر والديك فقال ليس لي والدان فقال بر ولدك كما ان لوالديك عليك حقا كذالك لولدك عليك حق.(احياء العلوم ٢/ ٢٩١،ط:رشيديه)

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کا برتاؤ رکھ، اس نے کہا: میرے والدین تو زندہ نہیں، فرمایا: پھر اپنی اولاد کے ساتھ نیکی کر۔ جس طرح والدین کا تمہارے اوپر حق ہے اسی طرح اولاد کا بھی حق ہے۔

حدیث نمبر ۲:

قال رسول الله ﷺ ساووا بين اولادكم في العطية.

(احياء العلوم ۲/ ۲۹۲، ط: رشيديه)

وقال النبي ﷺ: اعدلوا بين اولادكم في العطية.

(صحيح البخاري ۱/ ۳۵۲، ط: قديمي)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں برابری اور مساوات سے کام لو۔

حدیث نمبر ۳:

وقال أنس رضي الله عنه قال النبي ﷺ الغلام يعق عنه يوم السابع ويسمى ويماط عنه الأذى فإذا بلغ ست سنين أدب فإذا بلغ تسع سنين عزل فراشه فإذا بلغ ثلاث عشرة سنة ضرب على الصلاة فإذا بلغ ست عشرة سنة زوجه أبوه ثم أخذ بيده وقال قد أدبتك وعلمتك وأنكحتك أعوذ بالله من فتنتك في الدنيا وعذابك في الآخرة. (احياء العلوم ۲/ ۲۹۲، ط: رشيدية)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچے کے لیے ساتویں دن عقیقہ کا بکرا ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کے بدن سے خون وغیرہ کی گندگی دھوڈالے اور جب چھ سال کا ہو جائے تو اس کو (صالحین با اخلاق لوگوں کے اخلاق) کا ادب سکھایا جائے اور جب نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر (والدہ، بہنوں وغیرہ سے) الگ کیا جائے اور جب تیرہ سال کا ہو جائے تو اس کو نماز میں (سستی کی وجہ سے) مارا جائے اور جب سولہ سال کا ہو جائے تو والد اس کا نکاح کرادے، اس کے بعد ہاتھ سے پکڑ کر کہے کہ اے بیٹے! میں نے تجھے آداب وا

خلاق سکھایا اور علم دین کی تعلیم دلائی اور تیرا نکاح کرایا۔ اب میں تیرے فتنے سے دنیا میں اور تیرے عذاب سے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حدیث نمبر ٤:

قال رسول الله ﷺ من حق الولد علی الوالد ان یحسن ادبه ویحسن اسمه .(احیاء العلوم ۲/ ۲۹۲،ط:رشیدیة)

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ والد پر بیٹے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو اچھے اخلاق سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے۔

حدیث نمبر ٥:

قال رسول الله ﷺ اذا افصح الولد فلیعلمه لا اله الا الله.

(شرح عین العلم و زین الحلم ۱/ ۴۱۸،ط:دار المعرفه)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ بولنے لگے تو اس کو لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) سکھاؤ۔

فائدہ : بچے کو سب سے پہلے کلمہ توحید سکھانے کا حکم ہے تاکہ بچہ جب بھی بولنا سیکھے اور سب سے پہلے جو کلمہ زبان سے ادا کرے وہ اللہ کا نام ہو۔ جب بچہ کو اللہ کا نام سکھائیں گے تو بچہ پوچھے گا کہ اللہ کون ہے؟ تو ابتداء ہی سے بچہ کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس ہستی کا نام ہے اور وہ ذات ہی تمام کائنات کو پیدا کرنے والی ہے اور ہر نفع اور نقصان دینا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو وہ بڑا ہو کر کبھی بھی غیر اللہ کا پجاری نہیں بنے گا اور یہی تعلیم مقصود ہے کہ قیامت والے دن جب خدا پوچھیں گے کہ دنیا کی تعلیم تو نے اپنے بیٹے کو دلوائی، کیا کبھی میری ذات کی پہچان بھی تو نے کرائی یا نہیں؟ کیا تم نے میرے پیارے نبی محمد ﷺ کا لایا ہوا دین بھی اپنے بچے کو سکھایا یا نہیں؟ یہی بچہ جب اللہ اور اللہ کے رسول کو پہچان لے گا اور اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے فرمان مبارک سمجھ لے گا تو وہ بچہ بڑا ہو کر اپنے والدین کو کبھی بھی تنگ نظری سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی والدین کے حق میں گستاخی کرے گا کیونکہ اس کو معلوم ہوگا کہ یہ خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ اگر شروع سے

ہم بچے کوخدا کی پہچان نہ کرائیں گے تو اس کو کیا معلوم ہوگا کہ خدا کون ہے اور اس کا حکم کیا ہے اور اس نے والدین کے ساتھ کیسے برتاؤ کا حکم ہمیں دیا ہے۔اسی لیے حکم ہے کہ بچے کو سب سے پہلے کلمہ سکھاؤ تا کہ بچہ سب سے پہلے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لے،لیکن صد افسوس ہے کہ ہم بجائے کلمہ سکھانے کے بچے کو گالی اور دوسرے فحش کلمات سکھاتے ہیں۔الامان والحفیظ۔اگر وہ بچہ بڑا ہوکر والدین کے ساتھ برا سلوک کرے تو قصور کس کا ہوگا؟ ہمارا یا بچے کا۔

﴿اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کے فضائل﴾

حدیث نمبر ۱ :

عن عائشة رضی الله عنها قالت: جائتنی امرأة و معها ابنتان لها تسألنی فلم تجد عندی شيئا غير تمرة واحدة فأعطيتها إياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها ثم قامت فخرجت فدخل النبی ﷺ فحدثته فقال: من ابتلی من هذه البنات بشیء فأحسن اليهن كن له سترا من النار. رواه البخاری و مسلم

(مشکوة ،ص: ۴۲۱،ط:قدیمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اپنی دو بیٹیاں بھی تھیں وہ مانگ رہی تھی،سو میرے پاس اس نے سوائے ایک کھجور کے کچھ نہیں پایا (یعنی گھر میں تھا ہی ایک دانہ) پس میں نے اسے ایک دانہ کھجور کا دیا،اس عورت نے اس کھجور کو دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہیں کھایا اس کے بعد اٹھ کر (گھر سے) نکل گئی۔بعد میں حضور ﷺ تشریف لے آئے،میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو ان بیٹیوں میں سے جتنی بیٹیاں بھی ملیں (پھر وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے) تو یہ بیٹیاں ان کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ اور پردہ ہوں گی۔

حدیث نمبر ۲ :

عن انس ﷜ : قال قال رسول الله ﷺ من عال جاريتين حتى تبلغا جاء

یوم القیامة انا وهو هكذا وضم اصابعه. رواه مسلم.

(مشكوة، ص: ۴۲۱، ط: قديمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دولڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح اکٹھے ہوں گے اور اپنی انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کیا (یعنی جیسے یہ دونوں انگلیاں آپس میں قریب ہیں اسی طرح ہم دونوں بھی قریب ہوں گے)۔

حديث نمبر ۳ :

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما : قال قال رسول الله ﷺ من كانت له انثى فلم يادها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها ادخله الله الجنة. رواه ابو داود. (مشكوة، ص: ۴۲۳، ط: قديمی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے ہاں لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے یعنی زندہ دفن نہ کرے نہ اسے ذلیل کرے اور نہ نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح دے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حديث نمبر ٤ :

وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: من آوى يتيما إلى طعامه وشرابه أوجب الله له الجنة ألبتة إلا أن يعمل ذنبا لا يغفر. ومن عال ثلاث بنات أو مثلهن من الأخوات فأدبهن ورحمهن حتى يغنيهن الله أوجب الله له الجنة . فقال رجل: يا رسول الله أو واثنتين قال: واثنتين حتى لو قالوا: أو واحدة لقال: واحدة ومن أذهب الله بكريمتيه وجبت له الجنة قيل: يا رسول الله وما كريمتاه قال: عيناه . رواه فی شرح السنة.(مشكوة المصابيح ،ص: ۴۲۳، ط: قديمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یتیم کو اپنے ساتھ کھانے اور پینے میں شریک کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو واجب کردیا اور جس نے تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کی اور ان کو ادب سکھایا اور رحمت وشفقت کا معاملہ کیا یہاں تک

کہ اللہ تعالیٰ نے ان بچیوں کو مستغنی کر دیا (یعنی بالغ ہو کر ان کی شادیاں ہوئیں یا کہیں اوران کا انتظام ہوا) اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بھی جنت واجب کر دی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا: اگر دو ہوں (یعنی اگر کسی نے دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کی تب کیا حکم ہے) فرمایا: دو بھی (یعنی دو کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے لیے جنت واجب ہے، راوی کہتے ہیں کہ) یہاں تک اگر وہ کہتے کہ ایک ہو (یعنی ایک بہن یا بیٹی کی پرورش کا حکم کیا ہے) تو آپ ﷺ فرماتے ایک بھی (یعنی ایک کی پرورش کرنے والے کے لیے بھی جنت واجب ہے) اور اللہ تعالیٰ نے جس کی دونوں کریم اور مبارک چیزیں ختم کر دیں اس کے لیے بھی جنت واجب ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کی دو کریم اور مبارک چیزوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دونوں آنکھیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کو دنیا میں نابینا بنا دیا اور اس نے اس پر صبر کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں اس کے لیے جنت کا ٹھکانا متعین کر دیا)۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشخاص کے لیے جنت کو واجب قرار دیا ہے:

ایک: یتیم کے ساتھ احسان کرنے والا۔

دوسرا: بیٹیوں اور بہنوں کا کفیل اور تربیت کرنے والا۔

تیسرا: اندھے پن پر صبر کرنے والا۔ واقعی یہ تینوں قسم کے اعمال بہت اونچے ہیں جن کی بدولت آدمی جنت کا مستحق بنتا ہے۔

یتیم کے بارے میں بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر اور افضل گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جا رہا ہو اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک برتا جا رہا ہو۔ (مشکوۃ المصابیح ص:۴۲۳، ط: قدیمی)

ایک اور حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا ہاتھ جس بال پر گزرے گا اس کے بدلہ میں اس کو نیکیاں ملیں گی۔ (مشکوۃ المصابیح ص:۴۲۳، ط: قدیمی)

ان احادیث کو سامنے رکھ کر خدا کے قہر و عذاب سے ڈرتے ہوئے اجر و ثواب کو حاصل کرنے

کی امید پر جس کے حوالہ یتیم کی پرورش مقدر ہے یا ہو جائے اس کو چاہیے کہ یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے۔

یتیموں کے مال کو ناجائز طریقہ پر کھانے والے کے حق میں باری تعالیٰ کا اعلان ملاحظہ ہو:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِم نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا. [النساء: ۱۰]

بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں (اور کچھ نہیں کھاتے) بلکہ اپنے پیٹوں میں (جہنم کی) آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

دوسرا شخص جس کے لیے جنت کے واجب ہونے کا اعلان کیا گیا ہے وہ بیٹیوں اور بہنوں کی صحیح طریقہ پر پرورش وتربیت کرنے والا ہے۔

آج بیٹیوں اور بہنوں کا صحیح پرورش کرنا یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کو انگریزی پڑھائی جائے اور کسی اچھے عہدے پر ان کا تعین کیا جائے حالانکہ شریعت کی نظر میں بیٹیوں، بہنوں کو بے پردگی کے ماحول اور جگہوں میں بھیجنا ناجائز اور حرام ہے چہ جائیکہ یہ تربیت کا صحیح طریقہ ہو۔ وہ وقت دور نہیں جب غلط تربیت کرنے والے کو اپنی غلط تربیت کا اور خلاف شریعت ہونے کا یقین ہو جائے گا۔ پھر پچھتائے گا لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہیں آئے گا اور وہ وقت دور نہیں جب کہ یہ عورتیں اپنے والدین، بھائیوں اور شوہروں کو گلے سے پکڑے ہوئے رب قدیر کے دربار میں پیش کریں گی اور یہ دعوی کریں گی کہ اس نے میری تباہی میں کچھ کسر نہیں چھوڑی اور میرے وہ حقوق جو آپ نے اس کے ذمہ لگائے تھے......کو پورا کرنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا، یا اللہ! تیری مرضی (رضا) جس تربیت میں تھی اس ظالم نے مجھے اس تربیت سے محروم کیا، کبھی اس نے تیرے دین متین کی طرف دعوت نہیں دی اور اپنی خواہش کے مطابق میری زندگی بناتا رہا یہاں تک کہ میری اس فطرت اسلامی جس پر آپ نے مجھے پیدا کیا تھا...... سے نکال کر غیر اسلامی نصرانیت و یہودیت وضلالت میں تبدیل کر دیا، یا اللہ! اگر میں قصوروار ہوں تو یہ کیسے بَری ہیں؟

یاد رکھو! جب یہ مظلوم اولاد والدین کے خلاف مقدمات کو دربارِ خداوندی میں درج کریں گی تو اس وقت پتہ چلے گا کہ میں کتنا پانی میں تھا اور کتنا خشکی پر؟ اس وقت کا ہوش آجانا بے سود ہوگا۔ خوش قسمت آدمی وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات پر یقین کرکے اولاد کے حقوق کو سمجھ کر ایسی تربیت کی جیسے شریعت مطہرہ کا فرمان ہے جن کا ذکر اس کتاب میں مسائل کے تحت موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولاد کی صحیح، شریعت کے مطابق تربیت اور پرورش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۵ :

عن معاذ الجهنی عن أبیه أن رسول الله ﷺ قال: من قرأ القرآن وعمل بما فیه ألبس والداه تاجا یوم القیامة ضوءه أحسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا. رواه احمد و ابو داود .(مشکوة ،ص: ۱۸۶، ط: قدیمی)

حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ سورج تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بہت زیادہ ہوگی۔

حدیث نمبر ٦ :

عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء. رواه الترمذی و ابو داود .(مشکوة ،ص: ۴۲۳، ط: قدیمی)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمان رحمت کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

فائدہ: زمین میں جتنے رہنے والے ہیں ان کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کرنے پر جب آدمی رب العزت کی رحمت کا مستحق بنتا ہے تو اولاد (جس کی نگاہ والدین ہی پر رہتی ہے) کے ساتھ رحمت وشفقت کے برتاؤ پر یقیناً آدمی ربِ قدوس کی رحمت کا مستحق ہوگا۔

حدیث نمبر ۷ :

عن ایوب ابن موسیٰ عن ابیه عن جده عن رسول الله ﷺ قال:" ما نحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن". رواه الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان. (مشکوة، ص: ۴۲۳، ط: قدیمی)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والد کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس عطیہ سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم وتربیت اچھی کرے۔

حدیث نمبر ۸ :

عن سراقة بن مالک ﷺ أن النبی ﷺ قال: ألا أدلکم علی أفضل الصدقة ابنتک مردودة إلیک لیس لها کاسب غیرک. رواه ابن ماجة. (مشکوة المصابیح، ص: ۴۲۵، ط: قدیمی)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے افضل صدقہ نہ بتاؤں؟ (تیرا خرچ کرنا) اس بیٹی پر جو تیری طرف لوٹائی گئی ہو (یعنی شوہر نے طلاق دے کر والد کے دروازے پر واپس کردی ہو اور) اس کے لیے تیرے سوا دوسرا کمانے والا نہ ہو۔

حدیث نمبر ۹ :

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إن من أکمل المؤمنین إیمانا أحسنهم خلقا وألطفهم بأهله. رواه الترمذی.

(مشکوة المصابیح، ص: ۲۸۲، ط: قدیمی).

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سارے مؤمنین میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جو ان سب سے اچھے اخلاق رکھنے والا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ نرمی اور شفقت اور محبت رکھنے والا ہو۔

حدیث نمبر ۱۰ :

قال رسول الله ﷺ رحم الله والدا أعان ولده علی برہ (أی لم یحمله علی العقوق بسوء عمله) .(احیاء العلوم ۲/ ۲۹۲،ط:رشیدیه)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس والد پر رحم وکرم فرمادے جس نے نیکی پر اپنے بیٹے کی مدد کی۔(یعنی اپنے برے عمل سے اس کونا فرمانی پر نہ ابھارا)۔

فائدہ : مطلب یہ ہے کہ بیٹے کی ایسی تربیت کی جس کی برکت سے بیٹا والدین کا مطیع اور فرماں بردار رہے اور نافرمانی کے گناہ سے بچتا رہے اور بیٹے کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دلا کر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی دعاء کا مستحق بنے۔

﴿حقوقِ اولاد میں کوتاہی پر وعیدیں﴾

حدیث نمبر ۱ :

عن ابی هریرة ﷛ قال سمعت ابا القاسم الصادق المصدوق ﷺ یقول لا تنزع الرحمة الا من شقی.رواه الترمذی و احمد.

(مشکوة المصابیح ،ص: ۴۲۳،ط:قدیمی)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم صادق ومصدوق حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رحمت اور شفقت صرف بد بخت ہی سے چھینی جاتی ہے۔

فائدہ : یعنی جس کے دل میں دوسروں خصوصاً اولاد کی ہمدردی اور محبت نہ ہو تو یہ اس کی شقاوت وبدبختی کی علامت ہے۔خوب سمجھ لیں۔

حدیث نمبر ۲ :

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ:لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یوقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر.(سنن

الترمذی ۱۴/۲، ط:سعید)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم میں سے نہیں وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرے۔

فائدہ: کتنی سخت وعید ہے چھوٹوں پر شفقت نہ کرنے والے کے لیے کہ آپ ﷺ اس کو اپنی امت سے نکالنے کیلئے تیار بلکہ اعلان فرمادیا کہ یہ میری امت میں سے نہیں۔

حدیث نمبر ۳ :

عن انس رضی اللہ عنہ: قال قال رسول الله ﷺ :لا یدخل الجنة من لا یأمن جاره بوائقه.رواه مسلم .(مشکوۃ المصابیح ص : ۴۲۲،ط:قدیمی)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

فائدہ: جب پڑوسی کے ساتھ بُرے سلوک پر جنت کی حرمت کی تصریح ہے تو اپنی اولاد و دیگر اقرباء کے ساتھ بدسلوکی پر یہ وعید یقیناً ثابت ہوگی کیونکہ اولاد واقرباء کے ساتھ حسن سلوک سے رہنے کی زیادہ تاکید آئی ہے۔

﴿اولاد کے ساتھ پیار ومحبت کرنا مستحب ہے﴾

قال الامام الغزالی رحمه الله تعالیٰ فی الاحیاء : ویستحب الرفق بالولد اور آگے استدلال کے طور پر حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو پیش کیا ہے۔ جس کا صرف ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے ہیں، تو کہنے لگے کہ میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(احیاء العلوم ۲۹۲/۲، ط: رشیدیہ)

اسی طرح مشکوۃ شریف میں بخاری شریف ومسلم شریف کے حوالہ سے ایک حدیث منقول ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم چھوٹے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ ہم تو بوسہ نہیں دیتے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرے دل سے اللہ تعالیٰ نے رحمت وشفقت کو چھین لیا ہے تو کیا مجھے کوئی قدرت ہے (کہ تیرے دل میں رحمت وشفقت پیدا کروں)۔

(مشکوۃ المصابیح،ص ۲/۴۲۱،ط:قدیمی)

فائدہ: اس حدیث پاک سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو اپنے بچوں کو پیار ومحبت نہیں کرتا اور اسے محبت کی وجہ سے بوسے نہیں دیتا اس کے دل سے اللہ تعالیٰ نے رحمت وشفقت کی نعمت چھین لی ہے۔

﴿اولاد کی تعلیم وتربیت﴾

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آیتِ کریمہ: **يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُم وَأَهلِيكُم نَارًا** سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔

(کذا فی معارف القرآن ۸/۵۰۳،ط:ادارۃ المعارف)

مسئلہ نمبر ۱ : والدین پر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو علم دین (ضروری مسائل) اور خط وکتابت سکھائیں۔

مسئلہ نمبر ۲ : والدین کے لیے ضروری ہے کہ اولاد کو بات بات پر گالی نہ دیں تاکہ بڑا ہو کر بچے کی عادت وطبیعت گالی دینے کی نہ بنے،خصوصاً اُس بچے کو جو انبیاء علیہم السلام کا ہم نام ہو کیونکہ اس میں کفر کا خطرہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : بچہ جب شروع میں بولنے لگتا ہے تو والدین اس کو کلمہ توحید لا الہ الا

اللہ کی تلقین کریں یعنی اس کے سامنے بار بار لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔افسوس صد افسوس کہ آج تو اولاد کے سامنے گالیاں دہرائی جاتی ہیں، پھر شکایت بھی اولاد سے کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ٤ : جب بچہ چھ سال کا ہو جائے تو اس کو صالحین نیکو کار لوگوں کے آداب و اخلاق سکھائیں کیوں کہ مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ بچپن کی عادات موت تک ساتھ رہتی ہیں۔

اگر والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق میں یا اخلاقِ صالحین میں کوتاہی کر رہا ہو تو زبان سے یا پٹائی سے سرزنش بھی کریں۔

مسئلہ نمبر ٥ : جب سات سال کا ہو جائے تو اس کا بستر والدہ، بہن وغیرہ سے الگ کریں۔

مسئلہ نمبر ٦ : جب دس سال کا ہو جائے تو نماز چھوڑنے پر پٹائی کریں تا کہ نماز چھوڑنے کا عادی نہ ہو جائے، البتہ مارنے میں تین امور ملحوظ رکھے: پہلا یہ کہ چہرے پر نہ مارے دوسرا: غصہ کی حالت میں نہ مارے، تیسرا اس طور پر بدن پر نہ مارے کہ مار کے نشانات پڑ جائیں۔

مسئلہ نمبر ۷ : اگر کسی کے کئی بچے اور بچیاں ہیں اور سب حاضر ہوں تو بوسہ لینے میں بھی مساوات (برابری) کریں۔

اولاد کا نفقہ

مسئلہ نمبر ۱ : نابالغ اولاد جب غریب و فقیر ہو، کا نفقہ (روٹی، کپڑا، رہائش) والد پر واجب اور فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : اسی طرح لڑکیاں اگر بالغ بھی ہوں تب بھی والد پر ان کا خرچہ واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : چھوٹا نابالغ بیٹا اگر غنی اور مالدار ہو تو والد پر اس کا خرچہ، نفقہ واجب نہیں

بلکہ اس بیٹے کے مال سے والد اس پر خرچ کرے گا۔

مسئلہ نمبر ٤ : اگر نابالغ بیٹے کا مال غائب تھا یعنی جہاں والدین کے ساتھ رہ رہا ہے وہاں پر موجود نہ تھا بلکہ دوسری جگہ تھا تو مال آنے تک والد پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ہاں اگر والد نے اس نیت سے اس پر خرچ کیا کہ پھر اس کے مال سے وصول کروں گا تو وصول کر سکتا ہے، لیکن یہ تب معتبر ہوگا جب کہ یہ کسی دوسرے کو گواہ بنادے کہ دیکھو بھائی تو گواہ رہ! میں اس بیٹے پر خرچہ کرتا ہوں لیکن اس کا مال جو فلاں جگہ پر ہے جب آجائے تو وصول کروں گا، ورنہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ٥ : اگر نابالغ بیٹا کوئی کسب یا پیشہ کر کے کماتا ہو تو والد اس کی کمائی سے اس بیٹے کے طعام، لباس، قیام کا انتظام کرے گا اور جو رقم خرچہ سے بچے گی اس کو بیٹے کے لیے جمع کرے گا، جب بالغ ہو جائے پھر اس کے حوالے کرے، والد کے لیے خود اس کا کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ٦ : چھوٹے یا نابالغ بچوں کو رشتہ دار و اقرباء جو تحفے کے طور پر پیسے، کپڑے وغیرہ دیتے ہیں والدین کیلئے ان کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، البتہ اس حرام سے بچنے کی یہ تدبیر ہے کہ جب آپ اس بچے کے لیے دوائیاں یا دیگر کپڑے وغیرہ لیتے ہوں تو اس وقت یہ نیت کریں کہ ہمارے ذمہ بچے کا جو قرض ہے اس کے بدلے میں لے رہے ہیں اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ جتنا روپیہ و سامان چھوٹے بچوں کو ملے اس کو علیحدہ رکھا جائے اور جب ان کے لیے کوئی چیز خریدنی ہو تو ان کے روپیہ سے اٹھا کر خریدیں اور ایسی چیزیں جو بچوں کے استعمال کی نہیں یا ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہوں تو اس کی قیمت لگا کر اس چیز کو خود استعمال کریں اور پھر اس قیمت سے کوئی چیز خرید کر بیٹے کو دیں۔اسی طرح بچوں کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس میں بھی اگر یہ نیت کی جائے کہ بچے کو مفت نہیں کھلاتے بلکہ اُس روپیہ و سامان کے عوض کھلاتے ہیں جو ان کو تحفوں کی صورت میں ملا تھا تب بھی حرام سے بچ جائیں گے، البتہ کھلانے کے وقت یا اس کے لیے کوئی چیز لینے کے وقت اگر یہ نیت نہیں بلکہ مفت میں دے رہے ہوں اور بعد میں قرضہ چُکانا چاہیں تو بچوں کا حق ذمہ پر برقرار رہے گا، آخر میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

آج کل اس مسئلہ میں لوگ بہت غفلت برتتے ہیں یہاں تک کہ اچھے خاصے بظاہر دیندار لوگ بھی اس کا خیال نہیں کرتے، مثلاً کسی نے اس کے بیٹے کو پانچ سو روپے دیے تو اس نے اپنے جیب میں ڈال کر اڑائے اور خیال تک بھی نہیں کرتے کہ ناجائز اور حرام کام کیا، لہٰذا اس مسئلہ کو خوب ذہن نشین کر کے خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

تنبیہ : اگر بچوں کو تحفہ دینے والے کا ارادہ والدین کو دینے کا ہے، بچے کو صرف رسمی طور پر پکڑایا جا رہا ہے، جیسا کہ ختنہ وغیرہ تقریبات کے موقع پر ہوتا ہے تو ایسے تحفوں کے مالک بچے نہیں بلکہ ان بچوں کے والدین ہیں وہ جو چاہیں اس میں تصرف کر سکتے ہیں، ایسی صورت میں اگر یہ تحفہ والد کے عزیز و اقارب یا جاننے والوں نے دیا ہے تو وہ والد کا تحفہ ہوگا اور اگر والدہ کے عزیز و اقارب یا جاننے والوں نے دیا ہے تو وہ والدہ کا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷ : اگر چھوٹا نابالغ بچہ بھی غریب ہے اور اس کا والد بھی غریب ہے تو بھی والد پر واجب ہے کہ کسب، مزدوری، کام وغیرہ کر کے بچہ کو کھلائے۔ اگر والد کوئی کسب اور کام وغیرہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ معذور ہے تو بقدر ضرورت لوگوں سے سوال کر کے بچوں کو کھلائے، بچوں سے سوال کرانا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸ : اگر بیٹا بالغ ہے لیکن معذور یا مریض ہے جس کی وجہ سے کام کاج نہیں کر سکتا تو اس کا نفقہ بھی والد پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ : اگر بیٹا معذور یا مریض تو نہیں لیکن کام کاج صحیح طریقہ پر نہیں کر سکتا اس لیے لوگ اس سے کام نہیں کرواتے تو اس کا نفقہ بھی والد پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰ : اگر بیٹا بالغ ہے لیکن علم دین حاصل کرنے کی وجہ سے وہ کام کاج کے لیے فارغ نہیں ہوتا کہ خود کمائی کر کے اپنا خرچہ خود برداشت کرے اور لائق یعنی محنت سے پڑھنے والا ہے تو اس کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے۔ اگر علم دین کے ساتھ کوئی کسب و پیشہ بھی کرتا ہے یا آوارہ گرد ہے، محنت سے نہیں پڑھتا اور کاموں میں بھی سستی کرتا ہے تو اس کا نفقہ باپ پر

واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ١١ : اگر والد غریب ہے اور ماں مالدار ہے تو بیٹے کا خرچہ ماں کرتی رہے گی اور یہ بیٹے کے والد پر قرض بنے گا۔ جب والد مالدار ہو جائے تو اس کی ماں کا قرضہ ادا کرے گا۔

مسئلہ نمبر ١٢ : بیٹے کی بیوی کا نفقہ والد پر واجب نہیں، خواہ بیٹا غریب ہو یا مالدار، بالغ ہو یا نابالغ۔

مسئلہ نمبر ١٣ : بچوں کو عطیات دینے میں برابری کرنا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کو دس روپے دیے اور دوسرے کو پانچ روپے، بیٹے کو زیادہ دیے اور بیٹی کو کم، لیکن یہ برابری اس وقت ضروری ہے جبکہ ساری اولاد کی حالت برابر ہو۔ اگر بعض مالدار ہیں اور بعض غریب تو پھر غریب کو زیادہ دینا ضروری ہے۔

مسئلہ نمبر ١٤ : جب گھر میں کوئی چیز تقسیم کی جاتی ہو تو پہلے چھوٹوں کو دیا کریں، بعد میں بڑوں کو اور چھوٹوں میں بھی پہلے بیٹیوں سے شروع کریں۔

عبارات فقہیہ

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى : أخرج ابن المنذر والحاكم وصححه وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية: علموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم والمراد بالأهل على ما قيل: ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة. واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء.(روح المعاني ١٥٦/٢٨، ط:امداديه)

قال في عين العلم و زين الحلم : ويحافظ حال الولد دلا يشتمه لاسيما سمي الانبياء ويلقنه كلمة التوحيد في اول ما ينطلق به اللسان ويعلمه علوم الدين والكتابة والرمي والسباحة ويودب لست سنين ويعزل الفراش لسبع

سنين يضرب على الصلوة لعشروروى لثلاث عشرة ويزوج لست عشرة ويسوى بين الاولاد فى الاهدآء ويبدأ بالاطفال والبنات...... ويتوضأ فى موته ويصلى ركعتين.

وقال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ : (ولا يشتمه) اى لئلا يصير طبعا له فى كبره(لا سيما سمى الانبياء) لا نه حينئذ قد يقال بكفره، وفى رواية ابن السنى عن ابن عمرو مرفوعا اذا افصح الولد فليعلمه لا اله الا الله......ثم الظاهر ان التسوية فى الاعطآء انما هو اذا كانوا كلهم فقرآء او اغنيآء واما اذا كان بعضهم فقرآء فزادهم فى العطاء فلا بأس به بل يجب عليه نفقة ذوى الرحم المحرم عندنا.

(شرح عين العلم وزين الحلم ۴۱۸ تا ۴۲۱،ط:دار المعرفة)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : (وتجب) النفقة بأنواعها على الحر(لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) الحر، فإن نفقة المملوك على مالكه والغنى فى ماله الحاضر؛ فلو غائبا فعلى الأب ثم يرجع إن أشهد لا إن نوى إلا ديانة؛ فلو كانا فقيرين فالأب يكتسب أو يتكفف وينفق عليهم.

وقال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ : قوله : (والغنى فى ماله الحاضر) يشمل العقار والأردية والثياب فإذا احتيج إلى النفقة كان للأب بيع ذلك كله وينفق عليه؛ لأنه غنى بهذه الأشياء بحر وفتح......قوله : (فلو غائبا) أى فلو كان للولد مال لكنه غائب فنفقته على الاب الى ان يحضر ماله.قوله :(ان اشهد) اى على انه ينفق عليه ليرجع وكالاشهاد الانفاق باذن القاضى كما فى البحر.(الشامية ۶۱۲/۳،ط:سعيد)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : ويباح لوالديه أن يأكلا من مأكول وهب له وقيل لا انتهى . فأفاد أن غير المأكول لا يباح لهما إلا لحاجة وضعوا هدايا الختان بين يدى الصبى فما يصلح له كثياب الصبيان فالهدية له وإلا فإن المهدى من أقرباء الأب أو معارفه فللأب أو من معارف الأم فللأم.

وقال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ :قوله(وهب له) قال فی التتارخانية روی عن محمد نصاً أنه يباح.وفی الذخيرة: وأكثر مشايخ بخاری علی أنه لا يباح.وفی فتاوی سمرقند: إذا أهدی الفواكه للصغير يحل للأبوين الأكل منها إذا أريد بذلک الأبوان لكن الإهداء للصغير استصغارا للهدية اهـ.قلت: وبه يحصل التوفيق ويظهر ذلک بالقرائن وعليه فلا فرق بين المأكول وغيره بل غيره أظهر فتأمل. قوله :(فأفاد) أصله لصاحب البحر وتبعه فی المنح. قوله:(إلا لحاجة) قال فی التتارخانية: وإذا احتاج الأب إلی مال ولده فإن كانا فی المصر واحتاج لفقره أكل بغير شیء وإن كانا فی المفازة واحتاج إليه لانعدام الطعام معه فله الأكل بالقيمة اهـ.

(الشامية ۵/۶۹۶،ط:سعيد)

وقال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : وفی المنية: أب معسر وأم موسرة تؤمر الأم بالإنفاق ويكون دينا علی الأب وقال فيه (وكذا) تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثی مطلقا وزمن ومن يلحقه العار بالتكسب وطالب علم لا يتفرغ لذلک كذا فی الزيلعی والعينی. وأفتی أبو حامد بعدمها لطلبة زماننا كما بسطه فی القنيه، ولذا قيده فی الخلاصة بذی رشد.

وفصل العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ فی هذه المسئلة و حكمه فی آخرها وقال :وأقول الحق الذی تقبله الطباع المستقيمة ولا تنفر منه الأذواق السليمة القول بوجوبها لذی الرشد لا غيره ولا حرج فی التمييز بين المصلح والمفسد لظهور مسالک الاستقامة وتمييزه عن غيره وبالله التوفيق.(الشامية ۳/۶۱۳ ،ط:سعيد)

وقال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ :وفی المختار والملتقی: ونفقة زوجة الابن علی أبيه إن كان صغيرا فقيرا أو زمنا.

وقال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ :(قوله وفی المختار والملتقی إلخ) هذا خلاف نص المذهب كما قدمناه أول الباب فافهم.

(الشامية ۳/۶۱۶ ،ط:سعيد)

وقـال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :(ونفقة الغير تجب على الغير بـأسبـاب ثـلاثة: زوجية وقـرابة وملك) بدأ بالأول لمناسبة ما مر أوا؛ لأنها أصـل الـولـد (فتـجب للزوجة) بنكاح صحيح فلو بان فساده أو بطلانه رجع بـمـا أخـذتــه مـن الـنـفـقة بـحـر (على زوجها) ؛ لأنها جزاء الاحتباس وكل مـحبـوس لـمـنـفـعة غيـره يـلزمه نفقته.كمفت وقاض ووصي زيلعي وعامل ومـقـاتـلة قـامـوا بـدفـع الـعـدو ومضارب سافر بمال مضاربه ولا يرد الرهن لـحبسـه لمنفعتهما.(ولو صغيرا) جدا في ماله لا على أبيه إلا إذا كان ضمنها كما مر في المهر.(الشامية ٣/ ٥٧٢، ٥٧٣،ط:سعيد)

وقـال الامـام الـحـصكفي رحمه الله تعالىٰ : وفي الخانية لابأس بتفضيل بـعـض الاولاد فـي الـمـجة لانها عمل القبل وكذا في العطايا ان لم يقصد به الاضـرار وان قـصـده يسـوى بيـنهـم يـعـطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوىٰ ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز واثم.

وقـال الـعـلامة ابـن عـابـدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله وعليه الفتوى) ا ى عـلـى قـول ابـى يـوسف رحمه الله تعالىٰ من ان التنصيف بين الذكر والانثى افضل من التثليث الذى هو قول محمد رحمه الله تعالىٰ رملي.

(الشامية ٥/٦٩٦،ط:سعيد)

وقـال الامـام طاهر بن عبد الرشيد رحمه الله تعالىٰ : وفي الفتاوىٰ: رجل لـه ابـن وبـنـت اراد ان يهـب لهـمـا شيئا فالأفضل ان يجعل للذكر مثل حظ الانثيين عـنـد مـحـمـد رحـمـه الله تعالىٰ وعند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ بينهـمـا سـواء هـو المختار لورود الآثار.ولو وهب جميع ماله لا بنه جاز في القضاء وهو اٰثم نص عن محمد رحمه الله تعالىٰ هكذا في العيون. ولو اعطى بـعـض ولـده شيئا دون البعض لزيادة رشده لابأس به وان كانا سواء لا ينبغي ان يفضل.ولو كان ولده فاسقا فاراد ان يصرف ماله الى وجوه الخير ويحرمه عـن الـميـراث هـذا خير من تركه لان فيه اعانة على المعصية.ولو كان ولده فاسقا لا يعطى له اكثر من قوته.(خلاصة الفتاوىٰ ٤/٤٠٠،ط:رشيديه)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : يكره تفضيل بعض الاولاد على البعض فى الهبة حالة الصحة الا لزيادة فضل له فى الدين وان وهب ماله كله لواحد جاز قضاءً وهو اٰثم.(البحر الرائق ۷/ ۴۹۰،ط:رشيديه)

وقال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالى فيحاشيته على الدر: (قوله وكذا فى العطايا) ويكره ذلک عند تساويهم فى الدرجة كما فى المنح والهندية اما عند عدم الستساوى كما اذا كان احدهم مشتغلا بالعلم لا بالكسب لابأس ان يفضله على غيره كما فى الملتقط اى ولا يكره وفى المح روى عن الامام انه لا بأس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له فى الدين وفى خزانة المفتين ان كان فى ولده فاسق لا ينبغى ان يعطيه اكثر من قوته كيلا يصير معينا له فى المعصية انتهى.وفى الخلاصة ولو كان ولده فاسقا فاراد ان يصرف ماله الى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه انتهى اى للولد وعلله فى البزازية بالعلة السابقة (قوله يسوى بنهم) قال فى البزازية الافضل فى هبة البنت والا بن التثليث كالميراث وعند الثانى رحمه الله تعالىٰ التنصيف وهو المختار ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز قضاء وهو اٰثم نص عليه محمد رحمه الله تعالىٰ اهـ فانت ترى نص البزازية خاليا عن قصد الاضرار وقال فى الخانية ولو وهب رجل شيئا لا ولاده فى الصحة و اراد تفضيل على البعض فى ذلک لارواية لهذا فى الاصل عن اصحابنا وروى عن الامام رحمه الله تعالىٰ انه لا بأس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له فى الدين وان كانا سواء يكره وروى المعلى عن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انه لابأس به اذا لم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم يعطى الابنة ما يعطى الابن وقال محمد رحمه الله تعالىٰ يعطى للذكر ضعف ما يعطى للانثى و الفتوىٰ على قول ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ. (طحطاوى على الدر ۳/ ۳۹۹،۴۰۰،ط:المكتبة العربيه)

﴿اولاد کے ابتدائی حقوق﴾

مسئلہ نمبر ۱: سب سے پہلے بچے پر جو خون وغیرہ کی نجاست ہوگی اس کو دور کیا جائے۔(شرح عین العلم وزین الحلم ۱/۲۴۴، ط: دارالمعرفۃ)

مسئلہ نمبر ۲: اس کی گھٹی دی جائے یعنی کسی نیک آدمی سے کھجور یا چھوارا وغیرہ چبوا کر بچے کو کھلایا جائے۔حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قباء کے مقام پر پیدا ہوئے تو ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئیں، آپ ﷺ نے ان کو گود میں لیا اور کھجور منگوا کر اس کو چبایا اس کے بعد اپنا لعاب مبارک اس بچے کے منہ میں دیا پھر کھجور کی گھٹی دی اور برکت کی دعا دی۔

(شرح عین العلم ۱/ ۲۴۸، ط: دارالمعرفہ)

مسئلہ نمبر ۳: اسی طرح اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے تاکہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور عبادت واطاعت کی دعوت سنائے تاکہ یہ مسجد میں حاضر ہونے اور باجماعت نماز ادا کرنے کا سبب بنے۔

فائدہ: اس اذان واقامت کی برکت سے اللہ تعالیٰ بچے کو تمام آفتوں خصوصاً ام الصبیان (سوکھا پن) جیسے بیماری سے محفوظ رکھتے ہیں۔

(شرح عین العلم ۱/۲۴۴، ط: دارالمعرفہ۔اعلاء السنن ۱۷/۱۲۳، ط: ادارۃ القرآن)

﴿عباراتِ فقہیہ﴾

قال العلامة منلا علی القاری رحمه الله تعالی : (ویمیط الأذی) ای یزیله وهو الدم و نحوه عن بدنه.(شرح عین العلم و زین الحلم ۱/ ۲۴۴،ط:دار المعرفة)

فی عین العلم : ویطلی السکر او التمر الممضوغ فی لهاته ففعله علیه

السلام لعبد الله بن الزبير حين جاء ت به امه اسماء بنت ابى بكر الصديق رضى الله عنها.

وقال العلامة منلا على القارى رحمه الله تعالى :(ويطلى السكر) اى يلطغه ان تيسر أو العسل (او التمر الممضوغ فى لها ته) بفتح اللام أى اقصى حلقه من حنكه(ففعله عليه السلام لعبد الله بن الزبير حين جاء ت به امه اسماء بنت ابى بكر الصديق ﷛) ففى الصحيحين عن اسماء ولدت عبد الله بن الزبير بقباء ثم اتت به رسول الله ﷺ فوضعه فى حجره ثم دعا بتمرة فمضعها ثم تفل فى فيه فكان أول شئ دخل جوفه ريق رسول الله ﷺ ثم حنكه بتمرة ثم دعاله و برک عليه كان أول مولود ولد فى الاسلام ففرحوا به فرحا شديدا لأنهم قيل لهم ان اليهود قد سحرتكم فلا يولد لكم. (شرح عين العلم و زين الحلم ١/٢٣٨،ط:دار المعرفة)

وفيه ايضاً : ويؤذن فى اذنه اليمنى ويقيم فى اليسرى فورد فيه ”دفعت عنه ام الصبيان“

وقال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالى :(فوردفيه) اى فيما ذكر من الاذان والاقامة او فى جمعهما(دفعت عنه ام الصبيان) فانها من جنس الشيطان وهم يبعدون عن الاذان لكمال العدوان، وعن الحسين بن على ”من ولد له مولود فاذن فى اذنه اليمنى واقام فى اذنه اليسرىٰ دفعت عنه ام الصبيان .(شرح عين العلم و زين الحلم ١/٢٣٣،ط:دار المعرفة ، بيروت)

وهكذا فى اعلاء السنن ١٧/١٢٣ ،ط:ادارة القرآن

﴿اذان واقامت کا طریقہ﴾

بچے کے کان میں اذان واقامت بعینہ اسی طریقہ پر دینا سنت ہے، جس طریقہ پر نماز کے لیے دیجاتی ہیں۔ یعنی قبلہ رو ہوکر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت دے اور اذان کو ٹھہر ٹھہر کر دے اور اقامت تھوڑی جلدی سے کہے۔ جیسے نماز کے لیے کہی جاتی ہیں اسی طرح ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' میں دائیں بائیں چہرہ پھیرے، بہر حال جو طریقہ اذان واقامت میں مسنون ہے وہی طریقہ یہاں بھی مسنون ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں چونکہ آواز کا بلند کرنا مسنون نہیں اس لیے کانوں میں انگلیاں دینا بھی مسنون نہیں کیونکہ کانوں میں انگلیاں دینے سے مقصد آواز کا بلند کرنا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۲/ ۲۷۸، ط: سعید)

تفصیل یہ ہے کہ ایک فرد کھڑا ہوکر بچے کو اٹھائے اور دوسرا کھڑا ہوکر اس کے کانوں میں اذان واقامت کہے اور یہ بھی یاد رہے اس کیلئے کوئی وقت اور دن متعین نہیں حتی الامکان جلد کہنا چاہیے۔ اگر غفلت میں کئی روز گزر گئے تو بھی خیال آنے پر کہی جائے، بہتر یہ ہے کہ سستی نہ کی جائے۔

مسئلہ نمبر ٤: بچے کی ناف کو کاٹا جائے، چونکہ اس وقت ناف بہت لمبی ہوتی ہے اس لیے کاٹنے کا حکم ہے۔ (شرح عین العلم ۱/ ۲۴۴، ط: دارالمعرفۃ)

مسئلہ نمبر ٥: کم از کم ایک دفعہ ماں اس کو اپنا دودھ پلائے۔

(شرح عین العلم ۱/ ۲۴۴، ط: دارالمعرفۃ)

مسئلہ نمبر ٦: بچے کے رونے سے والدین کو اکتانا نہیں چاہیے اور نہ بچے کو ڈانٹنا چاہیے۔ اس لیے کہ بعض روایات میں وارد ہے کہ بچے کا رونا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ بچے کا رونا دو مہینوں تک کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت اور گواہی ہے اور چار مہینوں تک اللہ کی ذات پر بھروسہ اور یقین ہے اور آٹھ مہینوں تک حضور ﷺ پر

درود ہے اور دو سال تک والدین کیلئے استغفار ہے۔

(شرح عین العلم ۱/۲۴۴، ۲۴۵، ط: دارالمعرفۃ)

فائدہ : اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل و کرم ہے، جس نے بچوں کے رونے کو ذکر بنایا اور والدین کے لیے بخشش و مغفرت کا ذریعہ ٹھہرایا اور والدین کا حال کیا ہے؟...... کہ بچوں کے رونے کو کتنا برداشت کرتے ہیں اور رونے کے وقت کتنی گالیاں اور بددعائیں دیتے ہیں۔ دوسرے کسی کے بتانے کی بات نہیں، ہر ایک ذرا گریبان میں جھانک کر دیکھے، مسئلہ خود حل ہو جائے گا۔

یاد رکھو! اولاد کو بددعا دینا بہت بری عادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک آدمی اپنے بیٹے کی شکایت لے کر آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اس کو بددعا دی تھی؟ اُس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تو نے اپنے بیٹے کو از خود خراب کیا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اولاد کو بددعا اور گالیاں دینے سے انتہائی گریز کریں۔

مسئلہ نمبر ۷: بچہ جب سات دن کا ہو جائے تو اس کا ختنہ کیا جائے ورنہ سات یا دس سال تک جب بھی موقع ملے اس کا ختنہ کیا جائے۔ دس سال کے بعد بھی اگر ختنہ کے درد و تکلیف کے برداشت کی قوت و طاقت ہے تب بھی ختنہ سنت ہے، البتہ اگر ایسے حال میں پہنچا کہ اس زخم کے درد کے برداشت کی طاقت نہ رہی تب ختنہ نہ کرے۔ (شرح عین العلم ۱/ ۲۴۵، ط: دارالمعرفۃ)

مسئلہ نمبر ۸: ساتویں یا پچاسویں دن اس کے سر پر جو پیدائش کے وقت بال تھے منڈوائے جائیں، اگر سر پر بال ہوں ورنہ نہیں۔ (شرح عین العلم ۱/ ۲۴۷، ط: دارالمعرفۃ)

مسئلہ نمبر ۹: اسی طرح ختنہ بھی اس بچے کی سنت ہے جس کے ذَکر (عضو خاص) کی کھال ذَکر کے سر سے گزری ہو، اگر بچہ پیدائشی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے جس کا ختنہ ہوا ہو اور اہل عقل اور ختنہ کرنے والوں نے دیکھ کر یہ کہا کہ اس کا ختنہ نہیں ہو سکتا، تو بغیر تکلیف شدید کے جتنا ممکن ہو کر لیں، ورنہ بالکل ہی نہ کیا جائے۔ (المحیط البرھانی ۸/ ۸۵، ط: ادارۃ القرآن)

فی عین العلم و زین الحلم : ویقطع سرته ......وترضعه الام فهو سنة

......ولا يتضجر احد ببكائه فهو ذكر كما ورد ، وجاء الاختتان فى اليوم السابع......ويحلق راسه .

وقال المنلا على القارى رحمه الله تعالى : (وترضعه الأم) أى ولو مرة فانه اول تربية فيختص باشفق الناس وارحمها وليصدق على اُمه ماقال تعالىٰ : (حملته أمه كرها ووضعته كرها وحمله و فصاله ثلاثون شهرا) ولتخرج عن عهدة ظاهر الأمر فى قوله سبحانه : (والوالدات يرضعن أولادهن)......(ولا يتضجر الخ) عن ابن عمر مرفوعا "بكاء الصبى الى شهرين شهادة ان لا اله الا الله والى أربعة أشهر الثقة بالله والى ثمانية أشهر الصلاة على النبى عليه السلام ولسنتين استغفار لوالديه" اخرجه الديلمى بسند ضعيف، وفى لفظ لغيره "وبكاء الصبى فى المهد أربعة شهر توحيد وأربعة أشهر صلاة على نبيكم وأربعة اشهر استغفار لوالديه" ذكره السخاوى فى القول البديع(وجاء الأختتان فى اليوم السابع) فانه مهما كان صغيرا يبقى القطع يسيرا ...... (ويحلق رأسه) أى فى السابع لما سيأتى أو فى الأربعين كما عليه عمل أهل الحرمين.(شرح عين العلم ۱/۲۴۴،۲۴۵،۲۴۷ط:دار المعرفة)

وقال العلامة ابن مازة البخارى رحمه الله تعالىٰ : وفى صلاة النوازل : الصبى إذا لم يختن ولا يمكن أن يمد جلده ليقطع إلا بتشديد وحشفته ظاهرة إذا رآه إنسان يراه كأنه اختتن ينظر إليه الثقات وأهل البصر من الحجامين فإن قالوا: هو على خلاف ما يمكن الإختتان فإنه لا يشد عليه ويترك؛ لأن الواجبات تسقط بالأعذار فالسنن أولى.

(المحيط البرهانى ۸/۸۵،ط:ادارة القرآن)

﴿بچوں کے نام﴾

ساتویں روز بچے کا نام رکھا جائے لیکن اولاد کا اچھا نام رکھنا والدین کا حق اور ذمہ داری ہے۔ جان چھڑوانے کے لیے گیدڑ خان، سمندر خان وغیرہ بدنما نام رکھنا درست نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حسنوا أسماء أولادكم'' اپنی اولاد کے اچھے نام رکھا کرو۔

(شرح عین العلم ۱/ ۲۴۵ واللفظ لہ، ابوداود ۲/ ۳۳۴، ط: رحمانیہ)

مسئلہ نمبر ۱: اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا اور اس کے جسم کے پورے اعضاء واندام موجود ہیں یا بعض موجود ہیں اور بعض نہیں تو اس کا نام بھی رکھا جائے، مذکر ہے تو مردوں والا نام اور اگر مؤنث ہے تو عورتوں والا نام رکھا جائے البتہ اگر مذکر مؤنث کا پتہ نہ چل سکتا ہو تو ایسا نام رکھا جائے جو عورت اور مرد دونوں کا بن سکتا ہو، مثلاً طلحہ، یا عمارہ وغیرہ۔

(شرح عین العلم ۱/ ۲۴۶، ۲۴۷، ط: دارالمعرفۃ)

تنبیہ: ایک اہم مسئلہ جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ ہمارے ناموں کا ہے۔ ہمارے نام ہماری پہچان ہیں اس لیے نام اچھے سے اچھا اور بامعنی ہونا چاہیے، اس لیے والدین جو نام رکھتے ہیں ان میں بہر صورت بامعنی اور اسلامی ہونے کا خیال رکھنا چاہیے، لیکن افسوس ایسا ہوتا نہیں، بلکہ جس علاقہ میں جو طریقہ یا جو انداز نام رکھنے کا چلا آرہا ہے اسی کے مطابق نام رکھ دیے جاتے ہیں، خواہ اس کے معنی کچھ ہی ہوں۔ بعض اوقات ایسے نامناسب اور غلط نام رکھ دیے جاتے ہیں جو تہذیب سے بعید ہوتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد.

(مشكوة المصابيح ص: ۳۰، ط: قديمی)

جس نے فسادِ امت کے وقت میری ایک سنت یعنی حدیث پر عمل کیا اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاصیہ کا نام بدل دیا اور فرمایا کہ تو جمیلہ ہے۔ (سنن ابی داود ۲/ ۳۳۵، ط: رحمانیہ)

عاصیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، عاصیہ کے معنی گناہ کرنے والی، نافرمان ہے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ نام تبدیل فرمایا۔

محمد بن عمرو بن عطا العامری المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پوچھا تم نے اپنی بیٹی کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: برہ (یعنی نیک بخت) تو حضرتِ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے۔ پہلے میرا نام بھی برہ رکھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: اپنی تعریف مت کرو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیک بخت ہے؟ لوگوں نے پوچھا پھر ان کا کیا نام رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا نام "زینب" رکھو۔ (سنن ابی داود ۲/ ۳۳۵، ط: رحمانیہ)

یعنی ایسے نام بھی نہ رکھیں جائیں کہ جن سے بڑائی تعریف اور فخر و تکبر کا اظہار ہو۔

حضرتِ اسامہ بن اخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جماعت حاضر ہوئی جس میں ایک شخص تھا جس کو اصرم (یعنی کاٹنے والا) کہا جاتا تھا (یعنی اس کا نام اصرم تھا) آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا "اصرم" (کاٹنے والا) آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ آپ زرعہ (یعنی کھیتی لگانے والے) ہو۔

(سنن ابی داود ۲/ ۳۳۵، ط: رحمانیہ)

حضرت سعید بن میسّب بن حزن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ان کے دادا جنابِ رسول ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے دریافت فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا حزن (سخت دشوار گزار زمین) آپ ﷺ نے فرمایا: تو سہل ہے (یعنی نرم اور عمدہ زمین) وہ جواباً بولا: میں ایسا نام تبدیل نہیں کروں گا جو میرے والد نے میرا رکھا ہے (یعنی اس نے نام تبدیل کرنا منظور نہیں کیا) سعید (حزن کے پوتے) فرماتے ہیں: (اس نام کے تبدیل نہ کرنے کا اثر یہ ہوا

کہ ہمارے اوپر) پھر مستقل سختی اور مشکل رہی۔ (صحیح بخاری ۲/۹۱۴، ط: قدیمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بُرے نام والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت والے دن وہ ہوگا جس کو دنیا میں شہنشاہ کہتے ہوں گے (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) جبکہ شہنشاہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے (اور کسی کا کیا رتبہ جو یہ نام رکھے یالقب اختیار کرے)۔ (مشکوۃ المصابیح ص: ۴۰۷، ط: قدیمی)

مسئلہ نمبر ۲: ایسے نام بھی نہیں رکھنے چاہییں جن سے لفظی معنی کے اعتبار سے غلط فہمی پیدا ہو۔ مثلاً ایسے نام رکھنا جس میں عبد کی اضافت اور نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہو، جیسے عبدالرسول، رسول بخش، قلندر بخش، عبدالنعیم وغیرہ۔ یہ موہمِ شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

عبدالرسول یعنی رسول کا بندہ اور عبدالنعیم یعنی جنت کا بندہ دونوں درست نہیں، کیوں کہ انسان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے بندہ عبداللہ ہے، عبدالرحمٰن ہے، عبدالرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کا بندہ نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرکے نام رکھنا درست نہیں۔

البتہ ایسے شخص کو مشرک نہیں کہا جائے گا کیوں کہ ''عبد'' سے مطیع اور خادم مراد لیا جاسکتا ہے اور اخلاق وتہذیب کے دائرہ میں یہ مروج اور معروف ہے، جس طرح ہم سب خطوط میں تحریر کرتے ہیں کہ ''بندہ آپ کا غلام ہے'' یا ''آپ کا تابعدار بندہ''، ان معانی کے لحاظ سے تمام عالم کے مسلمان حضور اکرم ﷺ کے تابعدار بندے ہیں، لیکن مخلوق بہرحال اللہ تعالیٰ کی ہے اس لیے ایسے نام نہ رکھنے میں احتیاط لازم ہے تاکہ غلط فہمی نہ پیدا ہو۔

یہی صورت عبدالعلی یا عبدالعُلیٰ کی ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں ایک نام ''علی'' بھی ہے اور ترکیب کے لحاظ سے یہ نام درست ہے، لیکن عام آدمی کا ذہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جاتا ہے اس لیے احتیاط ضروری ہے۔ اگر کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اظہار عقیدت مقصود ہو تو نام ''غلام علی'' رکھا جاسکتا ہے۔

پیر بخش، رسول بخش، قلندر بخش وغیرہ قسم کے نام درست نہیں ہیں۔خدا بخش رکھا جا سکتا ہے اس لیے کہ کسی کو بخشنا اور معاف کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

عبدالنعیم کا معنی جنت کا بندہ ہے جب کہ جنت خود اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اس لیے اگر کسی نے یہ نام رکھا ہو تو یہ نام بہر صورت تبدیل کرنا ضروری ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم قیامت میں بلائے جاؤ گے، اپنے ناموں سے اور اپنے باپ دادا کے ناموں سے اس لیے اچھے نام رکھا کرو۔ (سنن ابوداود ۳۳۴/۲، ط: رحمانیہ)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ : ولا يجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا عبرة بما شاع فيما بين الناس.

(مرقاة المفاتيح ۱۱/۹، ط: رشيديه جديد)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ولا يسميه حكيما ولا أبا الحكم ولا أبا عيسى ولا عبد فلان ولا يسميه بما فيه تزكية نحو الرشيد والأمين فصول العلامی. أی لأن الحكم من أسمائه تعالى فلا يليق إضافة الأب إليه أو إلى عيسى.

أقول: ويؤخذ من قوله ولا عبد فلان منع التسمية بعبد النبی ونقل المناوی عن الدميری أنه قيل بالجواز بقصد التشريف بالنسبة والأكثر على المنع خشية اعتقاد حقيقة العبودية كما لا يجوز عبد الدار اهـ.

(الشاميه ۴۱۸/۶، ط: سعيد)

علاوہ ازیں بے معنی نام تو عام ہیں۔ایک اخبار میں کسی مقدمہ کا نوٹس شائع ہوا، اس میں چند نام یہ تھے: لوئی خان، حضرت عثمان، حضرت زمان، سیلانی، چیشم خانہ وغیرہ۔اگر آپ اسی طرح اطراف میں نگاہ دوڑائیں تو عجیب لایعنی نام سامنے آئیں گے مثلاً سمندر خان، بنارس خان، گل خان، صنوبر خان، ہندوستان خان، آسمان خان، خان بہادر خان، برخوردار خان، انجیر خان، صنوبر گل، روئیداد خان، گل بادشاہ، صوبیدار خان، بخت خان، لال خان، لال دین، گلاب

دین، چھوٹے خان وغیرہ وغیرہ۔ایک شخص کا نام صحبت خان بھی ہے۔گویا آسان صورت یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کے ساتھ خان یا گل لگا دیا جائے تو یہ نام ہو جائے گا۔

سندھ میں ایک نام ''لونگ'' بھی سُنا ہے۔صرف لونگ (باوجود کوشش کے) اس کا مفہوم یا معنی سمجھ میں نہیں آسکا کہ مقصد گرم مصالحہ کی لونگ ہے یا اس کے کوئی دیگر معنی ہیں؟ یہ چند نام صرف مثالاً تحریر کیے ہیں ورنہ ہر علاقہ میں ایسے بے شمار نام پائے جاتے ہیں۔

آج انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ یا صرف انگریزوں کی نقالی کرنے والے یعنی جن کو اصلاً انگریزی تعلیم کی شد بد بھی نہیں ہے......کو ان بد دین انگریزوں اور غیر مسلموں کی پیروی کرتے ہوئے محض لاڈ و پیار میں اپنی اولاد کا نام بگاڑنے میں لطف آتا ہے۔ایک صاحبزادہ کا نام محمد جمیل ہے لیکن گھر میں جمی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ایک صاحبزادی ڈولی مشہور ہیں، اصل نام نسرین بیگم ہے۔فہمیدہ ہے تو فمی، عطیہ ہے تو عطی، فاطمہ ہے تو فتی کہلاتی ہیں۔

ایک محترمہ جو تین بچوں کی ماں ہیں، اب تک ''بے بی'' کے نام سے مشہور ہیں اور سارا کنبہ اسی نام سے پکارتا ہے۔بچوں کے لاڈ و پیار کے نام بچپن کی حد تک تو مناسب ہیں لیکن تعلیم کا زمانہ آنے پر گھریلو نام ختم کر کے اصل نام سے پکارنا چاہیے، ورنہ جو نام یا عرفیت مشہور ہو گئی وہ ہمیشہ رہے گی۔

قال الله تعالى :ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان ومن لم يتب فأولئک هم الظّلمون. [الحجرات : ١١]

وقال الامام محمد بن محمد أبو منصور الماتريدى رحمه الله تعالى :ونهوا عن التعريف بالألقاب وتغيير الأنساب والأسماء التى لهم إذا كان التعريف بذلک يسوء هم ويغيظهم والله أعلم.

ثم قال الله تعالى : ''ومن لم يتب فأولئک هم الظّلمون ''أى: واضعون الشىء فى غير موضعه والله أعلم.

(تفسير الماتريدى، ٩/٣٣٥،ط: دار الكتب العلمية بيروت)

پیار کے نام ناجائز نہیں ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ ﷺ پیار سے حمیرہ فرماتے تھے، لیکن انگریزی نام رکھنا غلط ہے اور یہ طرزِ فکر خلافِ اسلاف ہے۔

قال العلامة ملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ : قال القاضي: المراد بهذا الاستصغار الرحمة والشفقة كالتصغير في يا حميراء .

(مرقاة المفاتيح ۲۹۸/۱۱، ط:رشيديه جديد)

ایک طبقہ انگریزی میں محمد ''MUHAMMAD'' کی جگہ صرف MOHD یا MD یا .M لکھنے پر اکتفا کرتا ہے۔ کیا چند حروف کا اضافہ کرنے میں بہت زیادہ وقت لگے گا کہ پورا مکمل نام تحریر نہیں کیا جاتا ؟ یہ صرف لاعلمی کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے۔ ایک مسلمان پر ضروری ہے کہ نام پورے حروف کے ساتھ تحریر کیا جائے۔

بعض لوگ ''ﷺ'' کے بجائے ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں ایسے بے معنی الفاظ کا استعمال بہت بُرا اور قابل گرفت ہے۔ آنحضرت ﷺ کا نام مبارک تو خصوصاً احترام سے تحریر کرنا چاہیے۔

ونقل عن العلامة الكشميري رحمه الله تعالیٰ في العرف الشذي على جامع الترمذي: واعلم أن ما يذكر ويكتب لفظ صلعم بدل صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فغير مرضي وقد شنع عليه أحمد بن حنبل.

(العرف الشذي على هامش جامع الترمذي : ۱/ ۱۱۰، ط: سعيد)

وقال العلامة شمس الدين محمد بن عمر بن أحمد السفيري الشافعي رحمه الله تعالى :ويتجنب أن يكتب صلعم مكان ﷺ كما يفعله الكسالى والجهلة وعوام الطلبة يأخذون من كل كلمة حرفاً الصاد من صلى واللام من الله والعين من عليه والميم من وسلم ويجمعونها صلعم.

(المجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية ﷺ من صحيح الإمام البخاري، ۱/ ۸۰،ط:دار الكتب العلمية)

شیکسپیئر کا مقولہ ہے'' نام میں کیا دھرا ہے'' اگر اس کے معنی یہ لیے جائیں کہ دنیاوی نام ونمود

میں کیا دھرا ہے؟ تو یہ ہماری اسلامی تعلیم کے عین مطابق ہے اور اگر اس کا مفہوم وہی ہے جو آج کل سمجھا جاتا ہے تو یہ طرز و فکر ہمارا نہیں۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے متعدد افراد کے نام تبدیل فرما کر اسلامی نام رکھے اور اچھے نام رکھنے کی ہدایت فرمائی، اس لیے کہ نام کا اثر ہماری زندگی پر ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی اپنے نام اور باپ، دادا کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔

قال العلامة احمد بن اسماعيل الكوراني الشافعي ثم الحنفي رحمه الله تعالىٰ: روى عن سعيد بن المسيب أن جده حزنًا جاء رسول الله ﷺ مسلمًا فسأله عن اسمه فقال: اسمه حزن فكره ذلك رسول الله ﷺ فغيره إلى ضده وهو سهل فلم يقبله وكان في ذلك مخطئًا فسرى ذلك الحزن في ذريته لا سيما سعيدًا فإنه أوذى في أيام بنى مروان أشد إيذاء. وقيل: مراده بالحزونة سوء الخلق وعدم سهولة ما يطلبونه وفي الحديث دلالة على استحباب تغيير الأسماء إلى الأسماء الدالة على المعاني الحسنة وقد جاء في الحديث: انكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم فأحسنوا أسمائكم. إلا أنه يكره أن يسمى بما فيه مدح أو تزكية.

(الكوثر الجارى الى رياض احاديث البخارى ۹/ ۵۲۰، ط: دار احياء التراث)

ایسے نام یا لقب نہیں اختیار نہیں کرنے چاہییں جو غیر مسلموں کے ہوں اور نہ ایسے نام یا لقب اختیار کرنے چاہییں جن کو سن کر حزن و ملال، مفلسی، فسق و فجور اور کفر و شرک کا شک وشبہ ظاہر ہو۔ جیسے مسکین خان، ملالہ، عاصیہ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ساحر، حزیں، محزوں، عاصی، غمزدہ، لاچار، قلاش، وغیرہ وغیرہ جیسے شاعرانہ تخلص بھی درست نہیں۔

قال العلامة ابن قيم الجوزية رحمه الله تعالىٰ: ومنها الأسماء التى معها معان تكرهها النفوس ولا تلائمها كحرب ومرة وكلب وحية وأشباهها وقد تقدم الأثر الذى ذكره مالك في موطأهٖ أن رسول الله ﷺ قال للقحة: من

یحلب هذه؟ فقام رجل فقال: أنا فقال ما اسمک؟ قال الرجل: مرة فقال له :اجلس ثم قال: من یحلب هذه؟ فقام رجل آخر فقال له ما اسمک؟ قال: حرب فقال له اجلس ثم قال: من یحلب هذه؟ فقام رجل فقال أنا قال ما اسمک قال یعیش فقال له رسول الله ﷺ احلب فکره مباشرة المسمی بالاسم المکروه لحلب الشاة.وقد کان النبی ﷺ یشتد علیه الاسم القبیح ویکرهه جدا من الأشخاص والأماکن والقبائل والجبال.

(تحفة المودود باحکام المولود ص: ۱۹۱،ط:دار الکتاب العربی)

مسئلہ نمبر ۳: بُرے اور نامناسب ناموں کی تبدیلی حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہے، گویا یہ بھی آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اور ایسی سنت جس کو اب مردہ سنت شمار کیا جا سکتا ہے۔ ایسی سنت کے زندہ کرنے کے لیے جو کوشش کی جائے گی اس کا ثواب سو شہیدوں کے ثواب کے برابر ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کو سب ناموں میں زیادہ پسندیدہ یہ ہیں: عبداللہ، عبدالرحمٰن۔ (سنن ابوداؤد ۲/۳۳۴، ط: رحمانیہ)

ارشاد فرمایا: پیغمبروں کے نام رکھا کرو سب ناموں میں اللہ تعالیٰ کو عبدالرحمٰن اور عبداللہ پسند ہیں۔ سب ناموں میں سچے نام ہیں حارث اور ہمام اور سب بُرے ناموں میں بُرے حرب اور مُرّہ ہیں۔ (سنن ابوداؤد ۲/۳۳۴، ۳۳۵، ط: رحمانیہ)

مسئلہ نمبر ۵: کسی کو بُرے نام یا لقب سے نہیں پکارنا چاہیے۔

بعض ناموں سے پکارنے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض ناموں کو ادھورا پکارنا جائز ہی نہیں، مثلاً عبدالعزیز، عبدالرحمٰن، عبداللطیف وغیرہ کو اکثر لوگ بذاتِ خود اور دوسرے لوگ بھی ان کو پکارتے ہیں: عزیز، رحمٰن، لطیف وغیرہ، یہ قطعی غلط طریقہ ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے نام ہیں رحمٰن، لطیف، عزیز وہی ذاتِ عالی ہے، ہم تو اس کی مخلوق اور بندے ہیں۔ ہمارا نام تو عبد اللطیف، عبدالرحمٰن، عبدالعزیز ہے اور اس کو اسی طرح پکارنا یا تحریر کرنا چاہیے۔

بعض لوگ عبداللہ نامی شخص کو دُلّہ اور دُلّے کہہ کر پکارتے ہیں، خواہ وہ برا نہ مانے لیکن اس سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔ یہ بہت اہانت آمیز نام ہے۔ اللہ رب العزت کے اسماء گرامی کی عزت کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت کے ناموں کی عزت کرنا فرض ہے۔ اس کے بندہ کو عبداللہ کہہ کر بلانا چاہیے۔

اکثر ٹیلیفون پر کہتے ہیں "رحمٰن" بول رہا ہوں، "حق" بات کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ، یہ طرزِ تخاطب بھی جہالت پر مبنی ہے، نعوذ باللہ خدا تو نہیں بول رہا ہے۔ رحمٰن اور حق تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ انسانیت کا طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے میں عبدالحق یا عبدالرحمٰن بات کر رہا ہوں۔

قال العلامة ملا على القارى رحمه الله تعالىٰ : ومن قال لمخلوق يا قدوس او القيوم اوالرحمن او قال اسماً من اسماء الخالق كفر انتهى. وهو يفيد انه من قال لمخلوق يا عزيز و نحوه يكفر ايضا، الا ان اراد بهما المعنى اللغوى لا الخصوص الاسمى والاحوط ان يقول : يا عبد العزيز و يا عبد الرحمن. (شرح الفقه الاكبر ص : ۱۹۳ ،ط:قديمى)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله لكن التسمية إلخ) قال أبو الليث: لا أحب للعجم أن يسموا عبد الرحمن وعبد الرحيم؛ لأنهم لا يعرفون تفسيره ويسمونه بالتصغير تاترخانية وهذا مشتهر فى زماننا حيث ينادون من اسمه عبد الرحيم وعبد الكريم أو عبد العزيز مثلا فيقولون: رحيم وكريم وعزيز بتشديد ياء التصغير ومن اسمه عبد القادر قويدر وهذا مع قصده كفر. ففى المنية: من ألحق أداة التصغير فى آخر اسم عبد العزيز أو نحوه مما أضيف إلى واحد من الأسماء الحسنى إن قال ذلک عمدا كفر وإن لم يدر ما يقول ولا قصد له لم يحكم بكفره ومن سمع منه ذلک يحق عليه أن يعلمه اهـ. وبعضهم يقول: رحمون لمن اسمه عبد الرحمن وبعضهم كالتركمان يقول حمور وحسو لمن اسمه محمد وحسن وانظر هل يقال الأولى لهم ترک التسمية بالأخيرين لذلک.(الشامية ٦ /۴۱۷،ط:سعيد)

وقال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ : (فقال مالک يا عائش)...... وفيه

جواز ترخیم الاسم اذالم یکن فیه ایذاء للمرخم.

(شرح النووی ۱/۳۱۳،ط:قدیمی)

وقال العلامة ابن حجر رحمه الله تعالیٰ :وفی حدیث عمر أنه یجب أن یتولی أمر کل قبیلة کبیرهم لأنه أعرف باستحقاق کل رجل منهم وأن للإمام أن ینادی الرجل الشریف الکبیر باسمه وبالترخیم حیث لم یرد بذلک تنقیصه .(فتح الباری ۶/۲۰۸،ط:دار المعرفه)

مسلمان بچوں کے لیے پسندیدہ نام

حدیث شریف میں آتا ہے کہ عبداللہ عبدالرحمٰن نام،اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

(شرح عین العلم ۱/۲۴۶،ط:دارالمعرفۃ)

اس حدیث میں وہ تمام نام داخل ہیں جن میں عبد کی اضافت ونسبت اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرف ہواس کی مناسبت سے مزید نام حسبِ ذیل ہیں :

عبدالرحیم	عبدالکریم	عبدالجبار	عبدالستار
عبدالقہار	عبدالہادی	عبیداللہ	عبدالوکیل
عبدالرب	عبدالرؤوف	عبدالحمید	عبدالخالق
عبدالرزاق	عبدالعزیز	عبدالغنی	عبدالقادر
عبدالقدوس	عبدالباسط	عبدالصمد	عبدالاحد
عبدالرشید	عبدالجلیل	عبدالسلام	عبدالحفیظ
عبدالحق	عبدالقیوم	عبداللطیف	عبدالمؤمن
عبدالولی	عبدالودود	عبدالواجد	عبدالمالک
عبدالواحد	عبدالمنعم	عبدالرقیب	عبدالباری
عبدالسمیع	عبدالعلیم	عبدالرافع	عبدالحلیم

عبدالعظیم	عبدالغفور	عبدالشکور	عبدالکبیر
عبدالمقیت	عبدالحسیب	عبدالحکیم	عبدالواسع
عبدالجلیل	عبدالقوی	عبدالمتین	عبدالوہاب
عبدالغنی	عبدالباقی	عبدالخیر	عبدالمقتدر
عبدالتواب			

عن أبي وهب الجشمي وكانت له صحبة قال: قال رسول الله ﷺ: تسموا بأسماء الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله عبد الله وعبد الرحمن وأصدقها حارث وهمام وأقبحها حرب ومرة.

(سنن ابی داود ۲/۳۳۴،۳۳۵ ،ط:رحمانیه)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالى :(وأحب الأسماء إلى الله: عبد الله وعبد الرحمن) أي: ونحوهما من عبد الرحيم وعبد الكريم وأمثالهما.(مرقاة المفاتيح ۹/ ۳۱،ط:رشيديه جديد)

قال العلامة السندی رحمه الله تعالى:(قوله: أحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن) أي: وأمثالهما مما فيه إضافة العبد إلى الله تعالى لما فيه من الاعتراف بالعبودية وتعظيمه تعالى بالربوبية كلما يذكر الاسم مع الموافقة باسم النبي ﷺ.

(حاشية السندی علی سنن ابن ماجة ۲/۴۰۴،ط:دار الفكر ،بيروت)

انبیاء علیہم السلام کے نام

محمد	آدم	نوح	ابراہیم	ادریس	اسحاق	یعقوب	اسماعیل
الیاس	ایوب	زکریا	سلیمان	شعیب	صالح	عیسی	عزیر
لوط	موسی	ہود	ہارون	یحییٰ	یوسف	یونس	خضر

﴿خانوادہ رسول ﷺ کے نام﴾

عباس حمزہ ہاشم عبداللہ حسن حسین

علی جعفر ابراہیم قاسم عبدالمطلب

﴿عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے نام﴾

ابوبکر عمر عثمان علی سعد

زبیر طلحہ سعید ابوعبیدہ عبدالرحمان

﴿صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام﴾

منذر اسلم اسعد اظہر سفیان انس خالد راشد

رشید بکر بلال تمیم جعفر جنید حاتم ہمام

حبیب حماد زیاد عبیداللہ سالم عقبہ عروہ نصر

ہشام ولید سعود غالب منیب مسلم عمار زید

طارق معاویہ

﴿اسماء شرکاء جنگ بدر رضی اللہ عنہم﴾

عبیدہ اخنس اُبی ارقم انیس اوس ایاس بشر

بشیر ثابت ثقف جابر جبر حارث حاطب حصین

خباب خبیب خداش خریم خلاد خلید خلیفہ خُنَیس

خوات راشد رافع رابع ربیع اُحیلت رفاعت سالم

سائب سبرت سُراقہ سفیان سلیم سماک سنان سہل

سہیل سواد شجاع شریک شماش صبیح صفوان صیغی

ضحاک	طفیل	طلیب	عاصم	عاقل	عادل	عامر	عباد
عبس	عجلان	عدی	عمار	عمیر	عدیم	عوف	عیاض
قیس	کعب	قطب	مالک	محرر	محرز	مرثد	مصعب
مسعود	معقل	معوذ	منذر	نوفل	واقد	ہانی	ہبیل
ہلال	مبشر						

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام

نعمان	بہاؤالدین	فریدالدین	معین الدین
نظام الدین	قطب الدین	علاؤالدین	قمرالدین
شمس الدین	صلاح الدین		

دیگر پسندیدہ نام

جمیل الرحمٰن	عطاء الرحمان	حفیظ الدین	جمیل احمد
محمد جمیل	حبیب اللہ	غلام اللہ	حفظ الرحمٰن
رحمت اللہ	عزیزالرحمان	محمد خلیل	خلیل احمد
فضل الرحمٰن	نورالٰہی	کرم الٰہی	فضل القادر
فضل الحق	فضل کریم	نورالحق	احسان الحق
محمد احسن	احسان الٰہی	جواد احمد	انعام الٰہی
محمد حبیب	حبیب الرحمٰن	محمد جمال	جمال احمد
محمد انور	محمد انوار	زاہد احمد	محمد سجاد
سجاد احمد	سراج احمد	محمد حامد	محمد محمود
محمود احمد	محمد احمد	غلام محمد	محمد رفیق

محمد شریف	سعید احمد	طفیل احمد	غلام صادق
محمد صادق	محمد افضل	محمد اقبال	رحیم الدین
نور الدین	محمد کامل	محمد ماہر	مجیب الدین
عرفان الٰہی	محمد اکرام	محمد احسان	محمد احسن
محمد محسن	نور محمد	نور احمد	محمد منیر
کریم احمد	شکیل احمد	محمد سلیم	محمد مسلم
محمد مظہر	محمد مطہّر	محمد مصطفیٰ	محمد مجتبیٰ
احمد علی	غلام علی	محمد شفیع	محی الدین
شفیع احمد	شفاعت احمد	قدرت اللہ	عطاء اللہ
عطا الٰہی	احمد بشیر	بشیر الدین	بشیر احمد
محمد اکرم	محمد اکرام اللہ	محمد اشرف	محمد اکمل
محمد کمال	محمد شاہد	عمر فاروق	عثمان غنی
محمد عمر	محمد صدیق	شاہ محمد	جلال الدین
اشرف علی	محبّ اللہ	محمد امین	محمد ساجد
محمد عابد	محمد طاہر	محمد شفیق	محمد نذیر
شفیق احمد	نذیر احمد	محمد قاسم	امداد اللہ
محمود الحسن	احمد حسن	احمد حسین	محمد مرتضیٰ
محمد اشفاق	امان اللہ	نصر اللہ	ثناء اللہ
مقصود الحق	محمود الحق	معین الحق	مظہر علی
مظہر حسین	عابد محمود	عادل محمود	

﴿انبیاء کرام علیہم السلام کی خواتین کے نام﴾

حوّا سارہ ہاجرہ زلیخا مریم صفورہ بلقیس

﴿امہات المؤمنین اور خانوادہ نبوی کی خواتین رضی اللہ عنہن﴾

آمنہ حلیمہ ثویبہ خدیجہ اُم سلمہ ماریہ عائشہ صدیقہ

حفصہ صفیہ جویریہ میمونہ ام حبیبہ سودہ زینب

فاطمہ رقیہ اُم کلثوم

﴿لڑکیوں کے مناسب نام﴾

رابعہ امینہ عاصمہ انیسہ اَمۃ اللہ خالدہ اَمۃ الرشید

حمیدہ جمیلہ سلمہ عظمیٰ شکیلہ خالدہ سعیدہ سکینہ

عابدہ عقیلہ زاہدہ ساجدہ ماجدہ عطیہ اَمۃ المؤمن

کریمہ رحیمہ مسلمہ نفیسہ ربیعہ زبیدہ رشیدہ

رفیقہ زہرہ سلیمہ فریدہ شفیقہ سعدیہ صادقہ

صدیقہ کاملہ عزیزہ فہمیدہ فہمیہ مقصودہ لطیفہ

محمودہ نسیم تسنیم تسلیم شفیعہ حفیظہ عامرہ

طاہرہ نادرہ نجمہ ملیحہ نجیبہ حبیبہ حسیبہ

نعیمہ سنجیدہ وحیدہ واجدہ زکیہ کلثوم ممتاز

لبنیٰ شائستہ

نوٹ : بعض ممالک میں نام کے ساتھ والد کا نام بھی لیا جاتا ہے، اگر کسی ملک میں مروج نہیں تو بہتر ہے کہ تنہا نام کے ساتھ محمد یا احمد اول یا آخر میں مناسبت کے مطابق اضافہ کر لینا چاہیے۔ جیسے نوید احمد، احمد جمیل، محمد رضوان، رضوان احمد وغیرہ وغیرہ، اسی طرح لڑکیوں کے نام

میں بی بی یا خاتون کا اضافہ کرنا بہتر ہے، جیسے ممتاز بی بی، جمیلہ خاتون وغیرہ وغیرہ

﴿عقیقہ کا بیان﴾

مسئلہ نمبر ۱: جس کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کر دینے سے سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔ (الشامیہ ۶/۳۳۶، ط:سعید)

مسئلہ نمبر ۲: اگر ساتویں روز عقیقہ نہ کرے تو جب کرنا ہو تو ساتویں دن کا خیال کرنا بہتر ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن لڑکا پیدا ہوا ہو، اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کرے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کرے اور جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کرے۔ چاہے جب بھی کرلے حساب سے ساتواں دن بنے۔ (اعلاء السنن ۱۷/۱۱۸، ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ۳: یہ مسئلہ خوب یاد رکھیں کہ عقیقہ احناف کے ہاں صرف مباح اور مندوب ہے۔ سنت مؤکدہ اور واجب نہیں اور اس کو سنت مؤکدہ اور واجب سمجھنا درست نہیں۔

(ہندیہ ۵/۳۶۲، ط:رشیدیہ۔ تنقیح الحامدیہ ۱/۲۳۲، ط:امدادیہ۔ بدائع ۵/۶۹، ط:سعید۔ اعلاء السنن ۱۷/۱۱۴، ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ۴: یہ جو دستور ہے کہ لڑکے کے سر پر استرا رکھا جائے اور حجام سر مونڈنا شروع کر دے تو فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو، یہ عمل مہمل اور فضول رسم ہے۔ شریعت میں سب جائز ہے چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا پہلے۔

(اعلاء السنن ۱۷/۱۲۶، ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ۵: جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

(اوجز المسالک ۱۰/۱۹۶، ط:دار القلم۔ اعلاء السنن ۱۷/۱۱۷، ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ٦: عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے، چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔ (الشامیہ ٦/ ٣٣٦، ط: سعید)

مسئلہ نمبر ۷: عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، دادی، نانا، نانی سب کا کھانا درست ہے۔

(اعلاء السنن ١٧/ ١١٨، ط: ادارۃ القرآن۔ مالا بد منہ، ص: ١٣٩، ط: قدیمی)

مسئلہ نمبر ۸: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کیے جائیں گے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا۔ (اعلاء السنن ١٧/ ١١٧، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ نمبر ۹: اگر دو بکروں کی توفیق نہیں تو ایک بکرا ذبح کر دے، اگر ایک کی بھی نہیں تو نہ کرے کیونکہ عقیقہ کوئی فرض یا واجب نہیں، بلکہ مباح اور مستحب ہے۔

(اعلاء السنن ١٧/ ١١٧، ١١٨، ١١٩، ط: ادارۃ القرآن۔ تنقیح الحامدیۃ ٢/ ٣٢٢، ٢٣٣، ط: امدادیہ)

﴿عبارات فقہیہ﴾

قال فی عین العلم وزین الحلم : ویو ذن فی اذنه الیمنی ویقیم فی الیسری فورد فیه "دفعت عنه ام الصبیا ن" ویقطع سرته ویمیط الاذی وترضعه الام فهو سنة ولا تسأم ولا یتبرم ولا یتضجر احد ببکائه فهو ذکر کما ورد وجآء الاختتان فی الیوم السابع، وقیل یؤخر عنه مخالفة للیهود وتحامیا عن الخطر ووقته سبع سنین ...... ویحسن الاسم فورد حسنوا اسماء اولادکم...... ویسمی السقط وان جهل صفته فیما یصلح للذکر والانثیٰ کحمزة وطلحة ......ویعق عن الابن بشاتین وعن البنت بشاة فی الیوم السابع فهو ماموربه، وعق عن الحسن بشاة ویحلق راسه ...... یطلی السکر او التمر الممضوغ فی لهاته ففعله علیه السلام لعبد الله بن الزبیر حین جاء ت به امه اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی الله عنها.

وقال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ قوله :(ویؤذن فی اذنه الیمنی) ای فی اول ما یلد لیکون اول ما یقرع سمعه ذکر الله عزو وجل دعوة

الـداعـى الى طاعته وعبادته......(لايتبرم ولايتضجر احد ببكائه فهو ذكر كما ورد) عـن ابـن عـمـر رضى الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً بكآء الصبى الى شهرين شهـادة ان لا اله الا الله والى اربعة اشهر الثقة بالله والى ثمانية اشهر الصلاة عـلـى الـنبـى عـلـيـه السلام ولسنتين استغفار لوالديه، اخرجه الديلمى بسند ضـعيف(ووقته)اى وقت غاية تاخيره (سبع سنين) او عشر سنين او ما يطاق الـمـه فيـه وقـد اختتـن ابـراهيم عليه السلام وهو ابن ثمانين وذلك بانه امر حينئذ فهو اول من اختتن ويترك لو ولد شبيها بالمختون......(ويحلق رأسه) اى فـى الـسـابع لما سيأتى اوفى الاربعين كما عليه عمل اهل الحرمين.(عين العلم و زين الحلم ۱/۲۴۴......۲۴۸،ط:دار المعرفة، بيروت)

وقـال الـعـلامة الـحـصكفى رحمه الله تعالىٰ :(ويـلـتـفـت فيه) وكذا فيها مطلقا وقيل إن المحل متسعا (يمينا ويسارا) فقط لئلا يستدبر القبلة (بصلاة وفلاح) ولو وحده أو لمولود؛ لأنه سنة الأذان مطلقا .

وقـال الـعـلامة الشـامى رحمه الله تعالىٰ : (قوله مطلقا) لـلمنفرد وغيره والمولود وغيره ط.(الشامية ۱/۳۸۷،ط:سعيد)

وقـال الـعـلامة الـرافعى رحمه الله تعالى : قال السندى رحمه الله تعالىٰ فيـرفـع الـمولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة ويؤذن فى اذنه اليمنى ويـقـيـم فـى اليسـرى ويـلـتـفـت فيهـما بالصلوة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار وفائدة الاذان فى اذنه انه يدفع ام الصبيان عنه.

(التحرير المختارعلى رد المحتار ۱/۴۵،ط:سعيد)

وقـال الـعلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : يستحب لمن ولد له ولد أن يسـميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهبـا ثـم يـعـق عـنـد الـحـلق عقيقة إباحة على ما فى الجامع المحبوبى أو تـطـوعـا على ما فى شرح الطحاوى.وهى شاة تصلح للأضحية تذبح للذكر والأنثـى سواء فرق لحمها نيًا أو طبخه بحموضة أو بدونها مع كسر عظمها أو لا واتخاذ دعوة أو لا وبه قال مالك.(الشامية ۶/۳۳۶،ط:سعيد)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ : وفی الحدیث المذکور أیضا انها ان لم تذبح فی السابع ذبحت فی الرابع عشر، والا ففی الحادی والعشرین ثم هکذا فی الأسابیع.

(اعلاء السنن ۱۷/۱۱۸، ط:ادارة القرآن)

وفی الهندیة : العقیقة عن الغلام وعن الجاریة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة لا سنة ولا واجبة کذا فی الوجیز للکردری. وذکر محمد رحمه الله تعالی فی العقیقة فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل وهذا یشیر إلی الإباحة فیمنع کونها سنة.

(الهندیة ۵/۳۶۲، ط:رشیدیه)

وفی الفتاویٰ تنقیح الحامدیة : سئل : فی العقیقة کیف حکمها وکیف تفعل؟ الجواب : قال فی السراج الوهاج فی کتاب الأضحیة ما نصه مسألة العقیقة تطوع إن شاء فعلها وإن شاء لم یفعل وهی أن یذبح شاة إذا أتی علی الولد سبعة أیام .(الفتاویٰ تنقیح الحامدیة ۲/۲۳۲، ط:امدادیه)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : منها العقیقة کانت فی الجاهلیة ثم فعلها المسلمون فی أول الإسلام فنسخها ذبح الأضحیة فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل.(البدائع ۵/۶۹، ط:سعید)

قال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ : وقال ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ لیست بسنة ...... وانما قال : لیس بسنة، فمراده اما لیست بسنة ثابتة، واما لیست بسنة موکدة وحدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده سئل رسول الله ﷺ عن العقیقة، فقال : لاأحب العقوق قالوا : یا رسول الله !ینسک احدنا عمن یولد له ،فقال : (من احب منکم أن ینسک عن ولده فلیفعل) الحدیث یدل علی الاستحباب اهـ.

(اعلاء السنن ۱۷/۱۱۴، ط:ادارة القرآن)

وقال رحمه الله تعالیٰ ایضاً : وقال البغوی فی التهذیب : یستحب الذبح قبل الحلق صححة النووی فی شرح المهذب اهـ.

(اعلاء السنن ١٢٦/١٧، ط:ادارة القرآن)

وقال رحمه الله تعالیٰ ایضاً: لایجزئ فی العقیقة الا مایجزئ فی الاضحیة فلایجزئ فیه مادون الجذعة من الضأن ودون الثنیة من المعز ولایجزئ فیه الا السلیم من العیوب لأنه ﷺ سماه نسکا فلایجزئ فیه الا مایجزئ فی النسک وبهذا ظهر بطلان قول ابن حزم ویجزئ المعیب سواء کان مما یجوز فی الأضاحی أولایجوز فیها والسالم أفضل.(اعلاء السنن١١٧/١٧، ط:ادارة القرآن)

وقال العلامة شیخ الحدیث زکریارحمه الله تعالیٰ :وقال الموفق : ان حکم العقیقة حکم الأضحیة فی سنها، وأنه یمنع فیها من العیب ما یمنع فیها، ویستحب فیها من الصفة ما یستحب فیها.

(اوجز المسالک١٩٦/١٠، ط:دار القلم)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ : وفی قوله : یأکل أهل العقیقة ویهدونها دلیل علی بطلان مااشتهر علی الألسن أن أصول المولود لا یأکلون منها، فان أهل العقیقة هم الأبوان أولاً ثم سائر أهل البیت. (اعلاء السنن١٢٦/١٧، ١٢٧، ط:ادارة القرآن)

وقال العلامة قاضی ثناء الله پانی پتی رحمه الله تعالیٰ : والاکل منها ودر خوردن ازوکه خوردن گوشت عقیقه همه فقیر وغنی وصاحب عقیقة ووالدین اورا جائز است مثل گوشت قربانی۔(مالا بند منه ص : ۱۸۳، رساله احکام عقیقة،ط: رحمانیة)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ :ویستحب أن یعق عن الغلام شاتان وعن الجاریة شاة فان عق عن الغلام شاة حصل أصل السنة (لأن ابن عمر کان یعق عن بنیه شاة شاة رواه مالک فی الموطا وکذا محمد من طریق عن نافع عنه).(اعلاء السنن ١١٩/١٧، ط:ادارة القرآن)

وقال رحمه الله تعالیٰ ایضاً:وفی قوله : ”ومن ولد له غلام فلیعق عنه من الابل أو البقر أو الغنم“دلیل علی جواز العقیقة ببقرة کاملة أو ببدنة کذلک، ونص أحمد علی اشتراط کاملة، کما فی ”فتح الباری“ وذکر

الرافعي بحثا أنها تتأدى بالسبع، كما في الأضحية وسيأتي، وبالجملة فهي كالأضحية في أكثر الأحكام عندهم، فيجوز الزيادة على الشاتين في الذكر، وعلى شاة في الأنثى ويستحب أن يجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، فخصوص عدد الأنثيين والواحد ليس بمراد. ظ.

(اعلاء السنن ۱۷/۱۱۷، ۱۱۸، ط: ادارة القرآن)

(وهكذا تنقيح الفتاویٰ الحامدية ۲/۳۲۲، ۲۳۳، ط: امداديه)

﴿اولاد کی پرورش کرنے کا طریقہ﴾

جاننا چاہیے کہ یہ امر بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے، کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہو جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی، اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) نیک بخت و دیندار عورت کا دودھ پلائیں کیوں کہ دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

(۲) عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں اور ڈراؤنی چیزوں سے، سو یہ بُری بات ہے اس سے بچے کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔

(۳) اس کے دودھ پلانے اور کھانا کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھو تا کہ وہ تندرست رہے۔

(۴) اس کو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔

(۵) اس کا بہت بناؤ سنگھار مت کرو۔

(۶) اگر لڑکا ہو تو اس کے سر پر بال مت بڑھاؤ۔

(۷) اگر لڑکی ہے تو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے اس کو زیور مت پہناؤ اس سے ایک تو جان کا خطرہ ہے، دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں اچھا نہیں۔

(۸) بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا، کپڑا، پیسہ اور ایسی چیزیں دلوایا کرو، اسی طرح کھانے پینے کی چیز ان کے بھائی بہنوں سے یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو تا کہ ان کو سخاوت کی

عادت ہو،مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں ان کے ہاتھ سے دلوایا کرو، خود جو چیز شریعت سے اُن ہی کی ہو اس کا دلوانا کسی کو درست نہیں۔

(۹) زیادہ کھانے والوں کی برائی ان کے سامنے کیا کرو مگر کسی کا نام لے کر نہیں، بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں، اس کو بیل جانتے ہیں۔

(۱۰) اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور تکلف (چمکیلا، بھڑکیلا) کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں ہی پہنا کرتی ہیں تم ماشاءاللہ مرد ہو۔ ہمیشہ ان کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو۔

(۱۱) اگر لڑکی ہو تب بھی زیادہ مانگ چوٹی اور بہت تکلف کے کپڑوں کی عادت اس کو مت ڈالو۔

(۱۲) اس کی سب ضدیں پوری مت کرو، اس سے مزاج بگڑتا ہے۔

(۱۳) چلا کر بولنے سے روکو۔ خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو، ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جائے گی۔

(۱۴) جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے اور کپڑوں کے عادی ہیں، ان کے پاس بیٹھنے اور کھیلنے سے بچاؤ۔

(۱۵) ان باتوں سے ان کو نفرت دلاتے رہو: غصہ، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا، چوری کرنا، اپنی بات کی پچ کرنا، خواہ مخواہ اس کو بنانا، بے فائدہ باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکا دینا، بھلی بُری بات کا نہ سوچنا۔

جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو سرزد ہو جائے تو فوراً ان کو روکو، اس پر تنبیہ کرو۔

(۱۶) اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے تو مناسب سزا دو، تاکہ پھر ایسا نہ کرے، ایسی باتوں میں پیار دُلار ہمیشہ بچہ کو کھو دیتا ہے۔

(۱۷) بہت سویرے مت سونے دو اور سویرے جاگنے کی عادت ڈالو۔

(۱۸) جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کی عادت ڈالو اور جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے تو اول قرآن مجید پڑھواؤ۔ جہاں تک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ اور مکتب میں جانے کے لیے کبھی رعایت مت کرو۔

(۱۹) ایسی کتابیں پڑھواؤ جن میں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آ جائے۔

(۲۰) بعض اوقات ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو اور ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جن میں عاشقی، معشوقی کی باتیں یا شرع کے خلاف مضمون یا بیہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔

(۲۱) مکتب سے آ جانے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دو تاکہ اس کی طبیعت کُند نہ ہو جائے، لیکن کھیل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور نہ ہی چوٹ لگنے کا اندیشہ۔

(۲۲) آتش بازی یا باجہ یا فضول چیزیں خریدنے کے لیے پیسہ مت دو اور کھیل تماشے دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔

(۲۳) اولاد کو ضرور ایسا کوئی ہنر سکھا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزارا کر سکے۔

(۲۴) لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھلا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

(۲۵) بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں، اپاہج اور سست نہ ہو جائیں، ان کو کہو کہ رات کو اپنا بستر اپنے ہاتھ سے بچھائیں، صبح کو سویرے اٹھ کر تہہ کر کے احتیاط سے رکھ دیں، اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کا خود انتظام کریں (مثلاً صفائی ستھرائی، استری، ازار بند ڈالنا وغیرہ) اگر کپڑا کہیں سے پھٹ جائے تو خود سی لیں، کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اُجلے (دھلے ہوئے) ہوں ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے اور چوہوں کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲۶) لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو تو دیکھ بھال لیا کرو۔

(۲۷) لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے، سینے پرونے، کپڑے رنگنے، چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ یہ کام کیسے اور کیوں کر ہو رہا ہے۔

(۲۸) جب بچہ سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو تو اس پر خوب شاباش دو، پیار کرو بلکہ اس کو کچھ انعام بھی دو تا کہ اس کا دل بڑھے اور جب اس کی کوئی بُری بات دیکھو اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو بُری بات ہے، دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے اور جس جس کو خبر ہو گی وہ دل میں کیا کہے گا، خبر دار! پھر ایسا نہ کرنا، نیک بخت لڑکے ایسا نہیں کرتے اور پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو، تا کہ آئندہ وہ ہر قسم کی بُری بات سے بچے۔

(۲۹) ماں کو چاہیے کہ بچہ کو والد سے ڈراتی رہے۔

(۳۰) بچے کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو، کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی اور شغل ہو، جو کام چھپا کر کرے گا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے سو وہ اگر بُرا ہے تو اس سے چھڑاؤ اور اگر اچھا ہے جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پیے۔

(۳۱) کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کر دو جس سے صحت اور ہمت رہے، سستی نہ آنے پائے مثلاً لڑکوں کیلئے ڈنڈ، مگدر کرنا، ایک آدھ میل چلنا۔ اور لڑکیوں کیلئے چکی یا چرخہ چلانا ضروری ہے، اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں گی۔

(۳۲) چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلیں، نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلیں۔

(۳۳) اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو زبان سے، چال سے، برتاؤ سے، شیخی نہ بگھارنے پائے، یہاں تک کہ اپنے ہم کہ بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے یا مکان یا خاندان یا قلم و کتاب، دوات و تختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

(۳۴) کبھی کبھی اس کو دو یا چار (اور آج کل پچاس یا سو روپے) دے دیا کرو کہ اپنے مرضی کے موافق خرچ کرے مگر اس کو عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔

(۳۵) اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ،

شروع میں بسم اللہ کہو، اوروں سے پہلے مت کھاؤ، خوب چبا کر کھاؤ، کھانے کو گھور کر مت دیکھو، کھانے والوں کی طرف مت دیکھو، بہت جلدی جلدی مت کھاؤ، جب تک لقمہ نہ نگل لو دوسرا لقمہ منہ میں مت رکھو، شوربہ وغیرہ کپڑے پر مت ٹپکنے دو، انگلیاں ضرورت سے زیادہ نہ استعمال ہوں، جس سے ملو ادب سے ملو، نرمی سے بولو، محفل میں مت تھوکو، نہ ہی ناک صاف کرو، اگر ایسی ضرورت ہو تو وہاں سے الگ ہو کر پوشیدہ جگہ یہ کام کرو، وہاں اگر جمائی یا چھینک آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر آواز پست کرلو، کسی کی طرف پشت مت کرو، کسی کی طرف پاؤں مت کرو، ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ دے کر مت بیٹھو، اُنگلیاں مت چٹخو، بلا ضرورت کسی کی طرف مت دیکھو، ادب سے بیٹھے رہو، زیادہ مت بولو، بات بات پر قسم مت کھاؤ، جہاں تک ممکن ہو خود کلام مت شروع کرو، دوسرا شخص بات کرے تو توجہ سے سنو تا کہ اس کا دل نہ بجھے البتہ گناہ کی بات ہو تو مت سنو یا تو منع کر دو یا وہاں سے اُٹھ جاؤ، جب تک کوئی شخص بات پوری نہ کرلے بیچ میں مت بولو، جب کوئی آئے اور محفل میں جگہ نہ ہو تو ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ اور مل کر بیٹھو تا کہ نئے آنے والے کی جگہ ہو جائے۔ جب کسی سے ملو یا رخصت ہونے لگو تو السلام علیکم کہو، اور کوئی سلام کرے تو جواب میں وعلیکم السلام کہو اور طرح طرح کے الفاظ مت کہو۔ (تسہیل و اضافہ از بہشتی زیور)

مسئلہ : آج کل جو سلام کی جگہ ''خدا حافظ'' وغیرہ رسمی کلمات کا دستور بنا ہے یہ ناجائز اور بدعت ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ خدا حافظ اچھی دعا ہے لیکن اس موقع پر حضور اکرم ﷺ سے السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام منقول ہے، اس لیے سلام کو چھوڑ کر ان رسمی الفاظ کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے تاہم اگر سلام کے بعد اس طرح کے دعائیہ کلمات کہیں جائیں تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ : سام علیکم، السام علیکم، اسلام علیکم، سلامُ علیکم، اسام علیکم......وغیرہ یہ تمام سلام کے غلط الفاظ ہیں جن سے احتراز ضروری ہے۔

﴿اولاد کا نکاح﴾

مسئلہ : بچہ جب سولہ یا سترہ سال کا ہو جائے تو والدین اس کے لیے رشتہ کا انتظام کر کے اس کا نکاح کریں، تاکہ غلبہ شہوت سے زنا وغیرہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائے، ورنہ والدین بھی ساتھ حصہ دار ہوں گے۔

تنبیہ: ہر معاملہ میں جب شریعت کے احکام کو نظر انداز کیا جائے تو اس کے بگاڑ کا اثر دنیا میں بھی پڑتا ہے اور آخرت میں تو ظاہر ہے۔

اولاد کے رشتوں کے معاملے میں بھی آج کے مسلمانوں نے ہندؤں اور دیگر غیر اقوام کے نقشوں کو اپنا کر احکام شریعت کو الوداع کہہ دیا ہے، اس لیے اولاد کے رشتوں کے دنیاوی نقصانات اتنے ظاہر ہیں کہ شاید کسی پر مخفی اور چھپے نہ ہوں گے اور آخرت کی تباہی بھی ظاہر ہے، کیونکہ حکم شریعت کا ٹھکرانا ہی آخرت کی تباہی ہے، اور یہاں کتنے حکم ٹھکرائے جا رہے ہیں۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ سولہ یا سترہ سال کی عمر میں اولاد کی شادی کرو اور ہمارا حال یہ ہے کہ مہر اور جہیز کی خاطر سالہا سال لڑکی کی شادی کو مؤخر (پیچھے) کر کے حکم شریعت کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں۔

اسی تاخیر کے سبب بہت سی لڑکیاں اور لڑکے زنا وغیرہ جیسے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات تو والدین اور سارے اقرباء کی ذلت و رسوائی کا سبب بن جاتے ہیں اس طرح کہ علی الاعلان یارانہ اور دوستانہ بنا کر اور والدین کو چھوڑ کر دوست کے ہاں چلے جاتے ہیں۔

خوب یاد رکھیں! والدین کی غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے اولاد جتنی برائیوں اور فحاشی میں مبتلا ہوگی، والدین کا ان کے ساتھ برابر کا حصہ ہوگا۔

خدارا رحم کیجیے! اپنے آپ پر بھی اور اولاد پر بھی، اور شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق مقررہ وقت پر اولاد کی شادیوں کا انتظام کریں، اور شادی کے اندر جتنے خلافِ شریعت

اعمال ہوتے ہیں ان سے گریز کریں۔

چونکہ راقم صوبہ خیبر پختونخواہ سے تعلق رکھتا ہے اس لیے خیبر پختونخوا میں شریعت کے حکم کے مطابق جلدی شادی کرنے کی بنیادی رکاوٹوں پر تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہے۔

خیبر پختونخوا کے بعض علاقوں میں یہ دستور قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے کہ والدین اپنی بیٹیوں کو جانوروں کی طرح بیچتے ہیں، بعض تو اتنے بے شرم ہوتے ہیں کہ جو شادی کرنے آتے ہیں ان سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ مہر اتنا دو گے اور سر کے اتنے دو گے، یعنی ایک تو مہر ہے جو شریعت نے مقرر کیا ہے، اس کے علاوہ اتنے ہزار روپے اور بھی دیں گے اور پھر وہ رقم لے کر آرام سے کھاتے ہیں۔

خوب یاد رکھیں! اس طرح بیٹی کے نکاح پر مہر کے علاوہ اپنے لیے رقم کا مطالبہ کرنا اور لینا ناجائز اور حرام ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کو رشوت میں داخل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس مال کا لینے والا مالک نہیں بنتا، بیٹی اور شوہر کو اختیار رہے کہ شرعی عدالت میں مقدمہ دائر کرلے اور سسر سے مطالبہ کر کے واپس لے، اور بعض لوگ صراحۃً تو یہ نہیں کہتے کہ اتنے ہمارے اور اتنے مہر کے بلکہ کافی سارا مہر مقرر کر کے وصول کرتے ہیں اور پھر آرام سے بیٹھ کر کھاتے ہیں ، ذرا بھی شرم نہیں آتی کہ کیا کھا رہے ہیں۔

یاد رکھو! عاجز بیٹی کے گوشت کو ظالمانہ طور پر کھا رہے ہو، جو درندوں کا کام ہے نہ کہ انسانوں کا اور خالص حرام اور گندگی کھا رہے ہو، اور بعض وہ حضرات جو اپنے آپ کو دیندار سمجھتے ہیں وہ کل مال کو مہر میں داخل کر کے پیٹ پرست اور جاہل علماء کے بتلائے ہوئے حیلوں کے مطابق بیٹی سے اجازت لے کر اپنے لیے حلال کرنے اور کھانے کا راستہ نکال لیتے ہیں، لیکن شریعت تو بنی ہوئی ہے، بنائی نہیں جاتی، جس چیز کو شریعت نے حرام کیا ہے کون ہے جو اس کو حلال کر دے؟

یاد رکھو! اسی طرح حیلے تو بنی اسرائیل نے بھی بنائے تھے لیکن ان کا کام بھی حیلوں سے نہ چلا اور آخر کار خدا کے عذاب نے ان کی شکلوں کو بگاڑ کر بندر بنا دیا تو ہم من گھڑت حیلوں سے حرام کی

نحوست وسزا سے کہاں بچ سکتے ہیں۔

دوسرا دستور یہ ہے کہ لڑکی کے والدین ناک بنانے کے لیے اس کے شوہر سے ساری بستی کے لوگوں کو کھلانے کے لیے خرچہ مانگتے ہیں، کیونکہ اس کا شوہر مجبور ہوتا ہے بغیر خرچہ دینے کے اس کے نکاح کو قبول نہیں کرتے اس لیے بادل ناخواستہ خرچہ دیتے ہیں۔

یادرکھو! اس طرح لینا اور لوگوں کو کھلانا ناجائز وحرام ہے اور حقیقت میں تم لوگوں کو کھانا نہیں کھلاتے بلکہ گندگی کھلاتے ہو، لہٰذا دوسرے بستی والوں کیلئے بھی اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔

اور بعض بزرگ تو اس خرچہ کو بھی بیٹی کے مہر میں داخل کر کے اس کی اجازت سے بستی کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ خوب سمجھیں یہ بھی حرام کے کھانے کا ایک حیلہ ہے جو جواز وحلت کے لیے مفید نہیں۔

غرض یہ دونوں قسم کے دستور انتہائی قبیح اور بُرے ہیں اور ان کی وجہ سے اولاد کی شادیوں میں سالوں بھر کی تاٗخیر ہو جاتی ہے، اس لیے کہ جب تک مرضی کے مطابق سر کی رقم اور کھانے کا خرچہ نہ ملے اس وقت تک بیٹی کو گھر پر بٹھائے رکھے گا اور اس بیٹی سے اگر کل غلط کام سرزد ہو جائے تو قصوروار بھی بیٹی ہے، حالانکہ اصل قصوروار والدین ہی ہیں کہ شریعت کے احکام کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی سے اولاد کی شادیاں کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو اولاد کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمادیں، آج کل والدین کے اتنے حقوق ذبح نہیں ہو رہے جتنے اولاد کے حقوق اور یہی اولاد کے حقوق کا پورا نہ کرنا ذریعہ بنتا ہے والدین کی نافرمانی کا، تو اولاد کے حقوق کو پورا نہ کرنا گویا اولاد کو اپنے ہاتھ سے اپنی نافرمانی کے لیے تیار کرنا ہے۔ پھر شکایت کیوں؟

﴿علاماتِ بلوغ﴾

مسئلہ نمبر ۱: مرد اس وقت بالغ شمار ہوگا جب اس کا انزال ہو جائے، خواہ انزال احتلام کی صورت (نیند) میں ہو یا بیداری میں۔

مسئلہ نمبر ۲: عورت کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں:

۱: احتلام ہو جانا۔

۲: حیض آنا (ماہواری کا خون آنا)۔

۳: حمل ٹھہرنا۔

ان تینوں میں سے جو علامت بھی پائی جائے اس وقت سے عورت بالغہ شمار ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۳: جب مرد، عورت کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو بالغ شمار ہوں گے، خواہ علامات مذکورہ میں سے کوئی علامت بھی موجود نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ٤: پندرہ سال سے قبل اگر ڈاڑھی نکل آئی یا ناف کے نیچے (عانہ) پر یا بغل میں بال پیدا ہو گئے، اور علامات مذکورہ (احتلام، انزال، حیض، حمل) میں سے کوئی علامت موجود نہیں تو ان چیزوں کی وجہ ان پر بالغ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۵: مرد کم سے کم بارہ سال میں بالغ ہو سکتا ہے اور عورت کم سے کم نو سال میں۔

مسئلہ نمبر ٦: اسی طرح پندرہ سال سے قبل مونچھیں بڑھ گئیں یا پنڈلیوں پر بال بڑھ گئے یا آواز میں تبدیلی آئی یا عورت کے پستان اُبھر گئے تو بھی علامات مذکورہ کے نہ ہونے کی صورت میں بالغ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۷: اگر مرد نے بارہ سال سے کم عمر میں بالغ ہونے کا دعوی کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس جیسے مردوں کو انزال ہوتا ہے تو اس کا دعویٰ مقبول ہوگا، ورنہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸: اسی طرح عورت نے اگر نو سال سے کم عمر میں بالغ ہونے کا دعویٰ کیا

تب بھی اسے دیکھا جائے گا کہ اس جیسی عورتوں کو حیض وغیرہ ہوتا ہے یا کہ نہیں، اگر ہوتا ہے تو بالغ شمار ہوگی ورنہ نہیں۔

﴿عبارات فقہیہ﴾

فی الهنديه: بلوغ الغلام بالاحتلام أو الإحبال أو الإنزال والجارية بالاحتلام أو الحيض أو الحبل كذا في المختار. والسن الذي يحكم ببلوغ الغلام والجارية إذا انتهيا إليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعليه الفتوى وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ثماني عشرة سنة للغلام وسبع عشرة سنة للجارية كذا في الكافي. وأدنى مدة البلوغ بالاحتلام ونحوه في حق الغلام اثنتا عشرة سنة وفي الجارية تسع سنين ولا يحكم بالبلوغ إن ادعى وهو ما دون اثنتي عشرة سنة في الغلام وتسع سنين في الجارية كذا في المعدن. فإن أخبرا به ولم يكذبهما الظاهر قبل قولهما كما قبل قول المرأة في الحيض وإذا قبلنا قولهما في ذلك صارت أحكامهما أحكام البالغين كذا في شرح القدوري للأقطع. (الهندية ٥/ ٦١، ط: رشيدية)

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال......

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ...... أنه لا اعتبار لنبات العانة خلافا للشافعي رحمه الله تعالى ورواية عن ابي يوسف رحمه الله تعالى ولا اللحية واما نهود الثدى فذكر الحموى انه لا يحكم به في ظاهر الرواية وكذا نقل الصوت كما في شرح النظم الهاملي ابو السعود وكذ اشعر الساق والابط والشارب. (الشامية ٦/ ١٥٣، ط: سعيد)

﴿شادی بیاہ کی رسوم﴾

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ایک وعظ میں فرمایا کہ سنیے! شادی غمی کی رسمیں دو قسم کی ہیں: ایک تو وہ ہیں جن کا قبیح ہونا نہایت ہی ظاہر ہے اور شرفاء و اتقیاء نے ان کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ اب صرف اسافل اور فساق لوگ اس میں مبتلا ہیں، مثلاً ناچ رنگ وغیرہ۔

اور بعض وہ رسمیں ہیں کہ ان کا قبح اور براپن اتنا ظاہر نہیں، ان میں عوام و خواص قریب قریب سب ہی مبتلا ہیں، اور ان کو جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ادعاءِ تقویٰ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم نے کونسی رسم کی ہے؟ نہ ہمارے ہاں ناچ ہوا، نہ باجا منگایا گیا، پھر ہم نے کیا گناہ کیا، سو میں بتلاتا ہوں آپ نے کیا گناہ کیا ہے لیکن پہلے مجھے بتلا دیجیے کہ گناہ کہتے کس کو ہیں؟ ظاہر ہے کہ جو امر شرعاً ممنوع ہو وہ گناہ کہلاتا ہے، خواہ وہ ناچ ہو یا کوئی دوسرا امر ہو، کیونکہ ناچ بھی تو اسی واسطے حرام ہوا کہ شریعت نے اس کو حرام اور جرم قرار دے دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ناچ کے علاوہ دوسری رسوم کو بھی شریعت نے جرم قرار دیا ہے یا نہیں؟ اس پر مفصل گفتگو تو اصلاح الرسوم میں ملے گی، میں مختصراً اس وقت بقدرِ ضرورت بیان کیے دیتا ہوں۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں نیز حضور ﷺ نے حدیث شریف میں تکبر کی سخت ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے **ان اللہ لا یحب کل مختال فخورا** (بے شک اللہ تعالے کسی اکڑنے والے اور تکبر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے) اور حدیث شریف میں ہے **لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر** (جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا) دوسری حدیث میں ہے کہ **من لبس ثوب شهرة ألبسه الله ثوب الذلة یوم القیامة** (اگر کوئی شہرت کے لیے کپڑا پہنے گا تو قیامت کے دن اس کو اللہ رب العزت ذلت کا لباس پہنائیں گے)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ فخر اور شہرت کے لیے کوئی کام کرنا حرام ہے، اب غور کر کے دیکھیے کہ شادیوں میں جو کام ہم کرتے ہیں اور جن کے لیے ہم نے نہایت خوبصورت الفاظ

تراش رکھے ہیں کہ بھات اور جہیز دیا ہے اور بھائیوں کو کھلایا ہے اور بیٹی کو دیا ہے وغیرہ وغیرہ، ان میں نیت ہماری کیا ہوتی ہے؟ صاحبو! محض الفاظ کے خوبصورت ہونے سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی، سب سے بڑی چیز نیت ہے لہٰذا نیت کو دیکھنا چاہیے۔ کیا ہم یہ تمام رسمیں محض رسم اور نمود کے لیے نہیں کرتے؟ بہنوں کو بڑا بھات اور بڑا جہیز دیا جاتا ہے اور اس کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ اگر یہ صلہ رحمی ہے تو تمام برادری کو اس کا معائنہ کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کبھی اپنی لڑکی کے لیے کپڑا خریدتے وقت یا اس کو کھلاتے پلاتے وقت بھی آپ نے برادری کو جمع کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو بھات اور جہیز دیتے وقت برادری کو کیوں جمع کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ محض فخر اور نمود کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ بس یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ سب رسوم محض شہرت کے لیے ہیں اور شہرت کے لیے جو کام کیا جاتا ہے وہ بروئے حدیث شریف حرام ہوتا ہے۔ یہ سب رسوم حرام ہی ہوئیں، بالخصوص ایک رسم تو ایسی گندی ہے کہ وہ توبہ سے بھی معاف ہونا مشکل ہے کیونکہ اس کی تو بہ بھی مشکل ہے اور لطف یہ کہ اس کو بظاہر عبادت سمجھا جاتا ہے اور اس پر فخر کیا جاتا ہے، اور وہ رسم نیوتہ لینا دینا ہے۔ لوگ اس کو قرض حسنہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی بھائی کی مدد کرتا ہے اور مدد کرنا عبادت ہے تو گویا نیوتہ دینا عبادت ہوا، حالانکہ نیوتہ دینا اس قدر بری رسم ہے کہ سب رسموں سے گندی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ امر سب کو مسلم ہے اور کوئی شخص اس سے منکر نہیں کہ نیوتہ ایک قرض ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض واجب الادا ہوتا ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض خواہ کی موت کے بعد اس کا کل ترکہ (مال واسباب) اس کے ورثاء کی ملک ہوتا ہے خواہ وہ ترکہ عین اور موجودہ چیز ہو یا کسی کے ذمہ دین اور قرض ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص مرے اور سو روپے اس کے گھر میں موجود ہوں اور سو روپے اُدھار ہیں تو اس کا کل ترکہ دو سو روپے سمجھا جائے گا اور یہ دو سو روپے ملا کر سب ورثاء کو تقسیم کیے جائیں گے۔

ان تین مسئلوں کے معلوم ہونے کے بعد دیکھیے کہ نیوتہ میں کیا ہوتا ہے سو نیوتہ میں ہوتا یہ ہے؟ کہ ایک شخص نے پچیس جگہ دو، دو روپے دیے اور اس طرح پچاس روپے اس کے قرض میں

تقسیم ہو گئے اور اس کے بعد یہ شخص مرا اور دو بیٹے اس نے وارث چھوڑے جس میں ایک بالغ دوسرا نابالغ، تو موجودہ ترکہ میں سے ان دونوں نے نصف نصف لے لیا وہ بھی جب کہ بڑا بھائی بڑا ایماندار ہو، لیکن جو نیوتے میں قرض ہے اس کو کوئی بھی تو تقسیم نہیں کرتا، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر چند روز کے بعد اس بالغ لڑکے کی کسی اولاد کی شادی ہونے لگی تو لوگ وہ نیوتہ اسی کو لا کر دیں گے اور یہ بلا تامل سارا نیوتہ خود ہی خرچ کر لے گا، اور اپنے کو بھی اس کا مالک سمجھے گا حالانکہ ان پچاس روپوں میں سے پچیس روپے اس کا حق ہے اور پچیس اس کے چھوٹے نابالغ بھائی کا حق ہے۔

اسی طرح علی العموم تمام نیوتوں میں یہی کیا جاتا ہے، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کسی نیوتہ کو میراث کی رو سے تقسیم کیا گیا ہو؟ میرے خیال میں ایک واقعہ بھی اس کا نہیں بتلایا جا سکتا؟ تو اس میں ایک گناہ اس نابالغ بھائی کا ہوا کہ اس نے یتیم کا مال کھایا۔ قرآن شریف میں ہے: اِنَّ الَّذِینَ یَا کُلون أموال الیتمٰی ظلما انما یاکُلونَ فِی بُطُونِهِم نارا وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا.

اور ایک گناہ نیوتہ واپس کرنے والوں پر ہوا کہ انہوں نے مشترک مال ایک شریک کو دے دیا، حالانکہ ابھی پچیس روپے یتیم کے ان کے ذمے باقی ہیں۔ اور درمختار میں روایت ہے کہ اگر کسی کے ذمہ تین پیسے رہ جائیں گے تو قیامت میں اس کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلائی جائیں گی

غرض نیوتہ کی رسم نہایت گندی اور خراب ہے، اس لیے اس کے وبال سے بچنے کا علاج یہ ہے کہ پچھلے قرض کو تحقیق کر کے ادا کیا جائے اور آئندہ کو یہ رسم بالکل چھوڑ دی جائے۔ اسی طرح برات بھی ہندوؤں کی ایجاد شدہ رسم ہے جس کا ترک کرنا واجب اور ضروری ہے۔

والحمدلله رب العالمين

جناب رب قدوس میں التجا ہے کہ اس سعی ناتواں کو قبول فرما کر احیاء حقوق کا عملی جامہ پہنائیں اور بندہ کے لیے دارین میں نجات کا سبب بنائیں آمین یارب العالمین۔

احمد ممتاز عفی عنہ۔ یکم محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

لڑکوں کے 100 اسلامی نام ترجمہ کے ساتھ

۱	آصف/جمع کرنے والا	۲۶	جمال/خوبصورتی، حسن
۲	ابرار/نیک اچھے متقی لوگ	۲۷	جمیل/خوبصورت، حسین
۳	ابراہیم/پیغمبر کا نام	۲۸	جنید/نیک، عابد
۴	احمد/زیادہ تعریف کرنے والا	۲۹	حارث/کسان کا مشیر
۵	اسحاق/حق پر ثابت قدم رہنے والا	۳۰	حامد/تعریف کرنے والا
۶	ادریس/تعلیم دینے والا	۳۱	حذیفہ/اسرار کو جاننے والا
۷	ارسلان/شیر	۳۲	حسام/تلوار
۸	اسامہ/اپنائیت کا سلوک کرنے والا	۳۳	حسان/بہت بہتر
۹	اسلم/پاکیزہ، محفوظ، سلامت	۳۴	حسن/خوبصورت، نیک
۱۰	اسماعیل/دلیر	۳۵	حیدر/شیر
۱۱	اشرف/بزرگ، شریف نیک	۳۶	حسین/نواسہ رسول کا نام
۱۲	اطہر/بہت پاک، پاکیزہ	۳۷	حمزہ/حضورؐ کے چچا کا نام
۱۳	اظہر/بہت واضح	۳۸	خالد/ہمیشہ رہنے والا
۱۴	افضل/بہترین، اعلیٰ	۳۹	خرم/خوش، تروتازہ
۱۵	اقبال/کامیابی، خوش نصیبی	۴۰	دانش/دانائی، شعور
۱۶	الیاس/عبرانی لفظ ہے	۴۱	داؤد/پیغمبر کا نام، محبوبِ الٰہی
۱۷	بشیر/خوشخبری دینے والا، خوبصورت	۴۲	ذاکر/بیان کرنے والا
۱۸	تابش/چمک، گرمی	۴۳	ذَکی/ذہین، سمجھدار
۱۹	توصیف/اچھائی بیان کرنا	۴۴	راشِد/سیدھی راہ پانے والا
۲۰	توفیق/طاقت، ہمت، حوصلہ	۴۵	رَشید/مدبر، ہدایت یافتہ
۲۱	ثاقب/منور، روشن	۴۶	رِضوان/رضامندی، جنت کے دربان کا نام
۲۲	ثوبان/واپس آنا، لوٹنا	۴۷	رفیع/عظمت والا، بلند
۲۳	جاوید/دائمی، ہمیشہ ہمیشہ	۴۸	رفیق/دوست، ساتھی
۲۴	جعفر/ایک صحابی کا نام، حضور کے چچازاد	۴۹	رئیس/دولت مند، سربراہ
۲۵	جلیل/اعلیٰ، بڑا	۵۰	رِیاض/باغ

۵۱	ریحان/خوشبودار پودا	۷۶	صالح/نیک، پارسا
۵۲	زاہد/متقی	۷۷	صدیق/نہایت سچا
۵۳	زعیم/ضامن کفیل	۷۸	ضیاء/چمک، روشنی
۵۴	زکریا/جسے اللہ یاد کرے	۷۹	طارق/رات میں آنے والا
۵۵	زید/اضافہ، زیادتی	۸۰	طاہر/پاکیزہ، صاف
۵۶	ساجد/سجدہ کرنے والا	۸۱	طیب/عمدہ، پاک
۵۷	سجاد/بہت سجدے کرنے والا	۸۲	ظفر/کامیابی
۵۸	سرفراز/مرتبہ، کامیابی	۸۳	ظہیر/مددگار، دوست
۵۹	سعد/مبارک، نیک	۸۴	عابد/عبادت گزار
۶۰	سعود/مبارک، نیک	۸۵	عادل/انصاف پسند
۶۱	سعید/خوش بخت، مبارک	۸۶	عارف/پہچاننے والا
۶۲	سلمان/کڑا، زرہ	۸۷	عاصم/نگران، نگہبان
۶۳	سلیم/سنجیدہ، تندرست	۸۸	عباس/شیر
۶۴	سلیمان/صلح پسند	۸۹	عبداللہ/اللہ کا بندہ
۶۵	سہیل/چمکتا ہوا، مبارک ستارہ	۹۰	عبدالرحمٰن/اللہ کا بندہ
۶۶	شارق/مینا، شراب	۹۱	عثمان/خوبصورت قلم
۶۷	شاکر/شکر گزار	۹۲	عزیر/پیغمبر کا نام
۶۸	شاہد/حاضر گواہ	۹۳	عمر/زندگی
۶۹	شجاع/بہادر، دلیر	۹۴	عمّار/تاج، پگڑی
۷۰	شعیب/ٹھیک، درست	۹۵	علی/بلند، اونچا
۷۱	شفیع/شفاعت کرنے والا	۹۶	مصعب/تکالیف برداشت کرنے والا
۷۲	شفیق/ہمدرد، مہربان	۹۷	یاسر/دولتمند
۷۳	شکیل/حسین وجمیل	۹۸	یعقوب/عقب میں آنے والا
۷۴	صابر/بردبار، صبر کرنے والا	۹۹	یوسف/حسین وجمیل
۷۵	صادق/سچ بولنے والا	۱۰۰	یونس/رکن، ستون

لڑکیوں کے 100 اسلامی نام ترجمہ کے ساتھ

۱	آسیہ/ستون	۲۶	خدیجہ/زوجہ مطہرہ کا نام
۲	آمنہ/راست باز، مطمئن	۲۷	خنساء/ہرنی
۳	اَریبہ/ماہرہ، عقلمند	۲۸	خولہ/حضورؐ کی خالہ کا نام
۴	اسماء/حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی کا نام	۲۹	ذکِیّہ/تیزفہم، سمجھدار
۵	اُمیمہ/ہدایت دینے والی	۳۰	رابعہ/چوتھی، چہارم
۶	اُمامہ/ہادی، پیشوا	۳۱	راحت/سکون آرام
۷	بتول/کنواری، عفت مآب	۳۲	راحیلہ/مسافرہ
۸	بَریرہ/نیک عورت	۳۳	رحیمہ/رحم کرنے والی
۹	بُشریٰ/خوشخبری	۳۴	رخسانہ/طلوع صبح صادق
۱۰	بِلقیس/حسین وجمیل	۳۵	رشیدہ/ہدایت یافتہ
۱۱	تسنیم/جنت کی نہر کا نام	۳۶	رضوانہ/خوشنودی، رضامندی
۱۲	ثروّت/دولت، مال کی زیادتی	۳۷	رضیہ/خوش ہونے والی
۱۳	ثُریّا/سات ستاروں کا جھرمٹ	۳۸	رَفعت/بلندی
۱۴	ثمینہ/فائدہ مند، گراں قدر	۳۹	رَفیعہ/اونچی
۱۵	جمیلہ/حسین عورت	۴۰	رُقیہ/پڑھنے والی
۱۶	جُوَیرِیّہ/خوشیاں بکھیرنے والی	۴۱	رَیحانہ/سرسبز پھول کی خوشبو
۱۷	حامِدہ/تعریف کرنے والی	۴۲	زاہدہ/پاکباز عورت
۱۸	حبیبہ/دوست، پیاری	۴۳	زُبیدہ/منتخب کی ہوئی
۱۹	حَفصہ/شیر کی بیٹی	۴۴	زَہرہ/پھول کی کلی
۲۰	حَسینہ/حسین عورت	۴۵	زِینت/آراستہ
۲۱	حفیظہ/حفاظت کرنے والی	۴۶	ساجدہ/سجدہ کرنے والی
۲۲	حلیمہ/تحمل والی	۴۷	سارہ/شہزادی
۲۳	حمیدہ/جسکی تعریف کی جائے	۴۸	سعیدہ/خوش بخت
۲۴	حمیرہ/سرخ رنگت والی	۴۹	سکینہ/آرام راحت
۲۵	خالدہ/ہمیشہ رہنے والی	۵۰	سلمیٰ/تسلیم، اطاعت

۵۱	زینب/ فیاض، خوشبودار	۷۶	عِفّت/ پاکی، پرہیز گاری
۵۲	سُمَیّہ/ خوبصورتی	۷۷	عفیفہ/ پارساعورت، پاکدامن
۵۳	شاکرہ/ شکر کرنے والی	۷۸	عقیلہ/ عقلمند عورت
۵۴	شاہدہ/ حاضر خوبصورت	۷۹	عَندلیب/ بلبل
۵۵	شائستہ/ خوبصورت، عمدہ	۸۰	فاطمہ/ جہنم کی آگ سے بچانے والی
۵۶	شعوانہ/ ایک عارفہ کا نام	۸۱	فرحانہ/ خوش وخرم مسرور
۵۷	شفیقہ/ مہربان، غم خوار	۸۲	فرحت/ مسرت، خوشی، سرور
۵۸	شکیلہ/ خوبصورت	۸۳	فَرحین/ مسرت، خوشی
۵۹	صابرہ/ بردبار، صبر کرنے والی	۸۴	فرخندہ/ مبارک، نیک
۶۰	صادقہ/ سچ بولنے والی	۸۵	فرزانہ/ سمجھدار عقلمند
۶۱	صالحہ/ متقی نیک	۸۶	فوزیہ/ کامیابی، عقلمند
۶۲	صبیحہ/ گوری، خوبصورت عورت	۸۷	فردوس/ جنت عدن
۶۳	صدیقہ/ ہمیشہ سچ بولنے والی	۸۸	فہمیدہ/ عقلمند
۶۴	صَفورہ/ برگزیدہ	۸۹	قدسیہ/ پاکیزہ، پاک
۶۵	صفیہ/ پاکدامن	۹۰	کریمہ/ سخی عورت
۶۶	طاہرہ/ پاک	۹۱	کلثوم/ بھرے گال
۶۷	طلعت/ نظارہ، دیدار، منظر	۹۲	ماجدہ/ قابلِ احترام عورت
۶۸	طیبہ/ پاکیزہ سیرت	۹۳	ماریہ/ سفید رنگ کی عورت
۶۹	عابدہ/ عبادت گزار	۹۴	مُنیبہ/ حق کی طرف پلٹنے والی
۷۰	عاصمہ/ نظر رکھنے والی	۹۵	منیرہ/ روشنی، منور
۷۱	عائشہ/ راحت سکون سے رہنے والی	۹۶	میمونہ/ مبارک
۷۲	عارفہ/ خُدا شناس	۹۷	نائلہ/ پہنچانے والی
۷۳	عصمت/ پاکیزگی، زنانہ عورت	۹۸	نُزہت/ خوشحالی، پاکیزگی
۷۴	عطیہ/ انعام، بخشش	۹۹	ہاجرہ/ ہجرت کرنے والی
۷۵	عظمیٰ/ بزرگ عورت	۱۰۰	ہالہ/ چاند کا روشن دائرہ

﴿یادداشت﴾

اصلاحی مجالس

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

تلمیذ رشید — خلیفہ مجاز

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی — عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

کا ہر اتوار بعد نماز مغرب

جامعہ خلفائے راشدین میں "اصلاحی بیان" ہوتا ہے۔

(اس مجلس میں خواتین کی شرکت کا باپردہ انتظام مدنی مسجد سے متصل مدرسہ امہات المؤمنین میں ہوتا ہے)

یومیہ

ہر صبح فجر کی نماز کے بعد

بمقام : مدنی مسجد، مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی

ہفتہ وار درس قرآن

برائے خواتین

معلّمہ: معلّمہ مدرسۃ البنات

بروز ہفتہ دوپہر: 02:00 تا 03:00 (پشتو)

دوپہر: 03:00 تا 04:00 (اردو)

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہم

سے مسائل پوچھنے کے اوقات

دوپہر: 03:00 تا 05:00 ، بعد العشاء: ایک گھنٹہ

رابطہ: 0333-2226051

واٹس اپ گروپ پر بیانات سننے کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0333211785

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

- اصلی چہرہ
- حیض ونفاس مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- اصلی زینت
- تقویٰ کے چار انعامات
- ہویٰ پرستی کا خطرناک انجام
- آٹھ مسائل
- غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ
- حج وعمرہ میں خواتین کے مسائلِ مخصوصہ
- درسِ ارشاد الصرف
- درسِ نحو میر
- حرام ذرائع آمدن اور ان کی مروجہ صورتیں
- قربانی کے فضائل ومسائل (مدلل)
- انتہائی مفید دعا اور حسنہ کی تفسیر
- ڈاڑھی اور مونچھ مع ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم
- اصلی زیور
- عباد الرحمٰن کے اوصاف (وصف نمبر ۱، ۲)
- مطالبہ
- پانچ مسائل
- استشارہ واستخارہ
- کپڑے موڑ کر ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم
- اسلام کی حقیقت
- حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ
- چار مسائل
- حیلہ اسقاط
- طلاقِ ثلاث
- ادعیہ نافعہ
- مروجہ تکافل اور شرعی وقف
- کرنسی، ہنڈی وحوالہ کے کاروبار کی شرعی حیثیت
- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ کا حکم
- مسلمان تاجر
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قراءت کا حکم
- مسائل رمضان المبارک
- اسلامی بینکاری سے متعلق مدلل فتویٰ
- تکافل سے متعلق مدلل فتویٰ
- ٹی وی سے متعلق مدلل فتویٰ
- اجارہ بنوکیہ
- تحفہ صالحات
- مختصر دورہ تجارت
- تصویر کی مختلف اقسام اور ایک مسلمان کی ذمہ داری
- والدین اور اولاد کے حقوق

﴿سمارٹ موبائل ایک عالمی فتنہ﴾

آج کل سمارٹ موبائل کا فتنہ چل پڑا ہے جس نے پورے معاشرے بالخصوص بچوں اور نوجوانوں کی ذہنی صلاحیتوں کو مفلوج کر رکھا ہے۔
سمارٹ موبائل کے استعمال صرف ایک گناہ نہیں بلکہ بہت سارے گناہوں کا پیش خیمہ اور ایک تباہ کن فتنہ ہے۔

﴿سمارٹ موبائل کے خطرناک نتائج﴾

(۱) بے حیائی اور فحاشی کا عام ہونا۔

(۲) بچوں کا ماں، باپ اور بڑوں کے ادب واحترام سے آزاد ہونا۔

(۳) قیمتی اوقات کا تباہ ہونا۔

(۴) صحیح نظریات سے ہٹ کر غلط نظریات کا شکار ہونا، باطل اور کفریہ فرقوں کا ہمنوا بن کر ہدایت وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنا۔

(۵) دین وایمان سیکھنے اور حاصل کرنے کے اصل مقامات (جو کہ مدارس، مساجد، خانقاہ اور تبلیغی مراکز ہیں) سے بے پروہ اور بے نیاز ہو کر غیر معتبر طریقے پر دین کے نام سے گمراہی سیکھنا۔

(۶) یہود ونصاریٰ اور بے دین لوگوں کو عادات اور فیشن اختیار کرنا۔

(۷) تصویر جیسے کبیرہ گناہ کی شناعت وقباحت دل سے نکل جانا بلکہ بے پروہ اور نڈر ہو کر اس کا ارتکاب کرنا، نیز حلال، جائز اور ضروری تک سمجھنا، جبکہ کبیرہ گناہ کو حلال اور جائز سمجھنا اور بے باک ونڈر ہو کر کرنا کفر ہے۔

ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین ﷺ
مدنی کالونی، ماڑی پور روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851
societyrectifier@gmail.com